اسلامی عقائد

مؤلف

پروفیسر فیاض احمد خان کاوش وارثی

ناشر:

مکتبۂ قاسمیہ برکاتیہ۔ حیدرآباد

اسلامی عقائد

مؤلف

پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش وارثی

باہتمام

مفتی احمد میاں برکاتی

ناشر:

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ دار العلوم احسن البرکات نزد ہوم اسٹیڈ ہال حیدرآباد

كتاب	اسلامی عقائد اول دوم
مصنف	پروفیسر فیاض کاوش
ترتیب وتہذیب	ابو حماد احمد میاں برکاتی
صفحات	۱۰۴
طبع سوم	اکتوبر ۱۹۸۳ء
تعداد	ایک ہزار
نگران طباعت	محمد میاں نوری
مطبع	شرف آرٹ پرنٹرز حیدر آباد
قیمت	سات روپیہ

ملنے کا پتہ :

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ۔ حیدر آباد

فون نمبر ـــ ۲۵۸۰۲

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

چند عقائد متعلقہ ذات وصفات الٰہی جل جلالہ

عقیدہ:۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے وہ ہر جہت اور مکان و زمان، حرکت و سکون، شکل وصورت اور جمیع حوادث سے پاک ہے وہ ہر کمال و خوبی والا ہے۔ تمام جہان کا پالنے والا ہے ماں باپ سے زیادہ مہربان۔

عقیدہ:۔ اس کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اسی طرح اس کا کلام بھی قدیم ہے۔ لہٰذا جو قرآن شریف کو حادث یا مخلوق مانے وہ کافر ہے۔

عقیدہ:۔ وہ جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا عدل وانصاف ہے ظلم سے پاک ہے۔

عقیدہ:۔ اس نے اپنے کرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ مسلمانوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور بمقتضائے عدل کفار کو جہنم میں ڈالے گا۔

عقیدہ:۔ تقدیر کا مالک ہے یعنی جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے۔

مسئلہ:۔ برا کام کر کے تقدیر پر تھوپنا یا اللہ کی مرضی قرار دینا دونوں بری باتیں ہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ اچھا کام کرے تو اسے منجانب اللہ قرار دے اور جو گناہ سرزد ہو جائے اسے اپنے نفس کی حرکت سمجھے۔ دنیا میں فائدہ پہنچے اسے اللہ کی طرف سے خیال کرے اور جو نقصان آئے اسے اپنے شامت اعمال کا نتیجہ سمجھے۔

عقیدہ۵: اپنے آپ کو قطعی مجبور سمجھنا یا خود ہر طرح مختار جاننا دونوں گمراہی ہیں۔
جو لوگ بارگاہ رب العزت میں محبوبان خدا کی کوئی عزت تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں
اس کے حضور کوئی دم نہیں مار سکتا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ رب تعالیٰ اپنے دربار
میں اپنے پیاروں کی عزت و وجاہت کا اس طرح اظہار فرماتا ہے۔

یجادلنا فی قوم لوط

(یعنی: ہم سے جھگڑنے لگا قوم لوط کے بارے میں)

ملائکہ قوم لوط پر جب عذاب لے کر آئے تو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ان کے بارے میں
اپنے رب سے جھگڑنے لگے بہر حال اس طرح قرآن پاک نے خود ان بے دینوں کا رد فرما دیا۔
حدیث شریف میں ہے کہ شب معراج حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ کوئی تیز آواز
سے رب تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ جبریل امین سے دریافت فرمایا یہ کون ہیں؟
عرض کی موسیٰ علیہ السلام۔ فرمایا اپنے رب کے ساتھ تیز ہو کر گفتگو کرتے ہیں۔
عرض کیا۔ ان کا رب جانتا ہے کہ ان کے مزاج میں تیزی ہے۔
حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ ـــ کچا بچہ جو حمل سے گر گیا اپنے مسلمان ماں باپ
کی بخشش کے لیے رب تعالیٰ سے ایسا جھگڑے گا جیسے قرض خواہ کسی قرضدار سے یہاں
تک کہ فرمایا جائے گا کہ۔

ایھا السقط المراغم ربہ

یعنی اے کچے بچے اپنے رب سے جھگڑنے والے اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور
جنت میں چلا جا۔
جب یہ آیتہ کریمہ نازل ہوئی۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی

یعنی بیشک عنقریب آپ کو آپ کا رب اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔
تو اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

اگر ایسا ہے تو میں اس وقت تک راضی ہی نہ ہونگا جب تک میرا ایک امتی بھی آگ
میں رہے گا۔
محبوبان خدا کی یہ بہت رفیع شانیں ہیں جن پر رفعت و عزت اور وجاہت ختم ہے۔

عقائد متعلقہ نبوت

عقیدہ۱: نبی ہونے کے لیے اس پر وحی ہونا ضروری ہے۔ بہت سے نبیوں پر اللہ
تعالیٰ نے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں۔ ان میں قرآن عظیم سب سے افضل کتاب
ہے جو سب سے افضل رسول حضور پر نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
ہوا۔
اگلی کتابوں کی حفاظت ان کی امتوں سے نہ ہو سکی امت کے شریروں نے ان میں
ردوبدل کر دیا البتہ جب کوئی بات ان کتابوں کی ہماری کتاب کے مطابق ہو تو ہم اس کی
تصدیق کریں گے۔ اور اگر مخالف ہو تو اسے تحریف جانیں گے۔
دین اسلام ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے قرآن عظیم کی حفاظت اللہ نے اپنے
ذمہ لے رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

(ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن اتارا اور بیشک ہم اس کے ضرور نگہبان ہیں) رب
تعالیٰ کے اس اعلان کے بعد بھی اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اس میں کچھ پارے یا سورتیں
یا ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بدل دیا وہ شخص کھلا کافر ہے۔
عقیدہ۲: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم
نہیں۔ اس کے علاوہ اماموں کو نبیوں کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی ہے البتہ اماموں
اور ولیوں کو اللہ پاک محفوظ رکھتا ہے ان سے گناہ ہوتا ہی نہیں اور اگر ہو تو شرعاً

محال بھی نہیں۔

عقیدہ:۔ انبیاء علیہ السلام نے تمام احکام الٰہی بندوں تک پورے پورے پہنچا دیئے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ کسی نبی نے تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے کچھ چھپا رکھا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا تو ایسا کہنے والا کافر ہے۔ احکام تبلیغیہ میں نبیوں سے بھول چوک محال (ناممکن) ہے۔

عقیدہ:۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو اپنے فضل سے علم غیب عطا فرمایا ہے۔

چنانچہ نبیوں کا علم غیب عطائی ہے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا ہر علم وفضل اور کمال اس کا اپنا ذاتی ہے۔ اب جو لوگ انبیاء بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں وہ لوگ قرآن کریم کی اس آیت کے مصداق ہیں۔

افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض ط

(یعنی قرآن کریم کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں کہ آیت نفی دیکھتے ہیں اور ان آیتوں سے جن میں انبیاء علیہم السلام کے علوم غیب عطا کیا جانا بیان ہوا ہے انکار کرتے ہیں حالانکہ نفی واثبات (یعنی انکار واقرار) دونوں حق ہیں اور وہ اس طرح کہ نفی علم ذاتی کی ہے اور اثبات علم عطائی کا ہے۔

انبیاء علیہم السلام غیب ہی کی خبر دینے کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ جنت دوزخ حشر ونشر، عذاب وثواب غیب نہیں تو اور کیا ہیں۔

اولیاء اللہ کو بھی علم غیب عطائی ہوتا ہے۔ انبیاء کے واسطے سے۔

عقیدہ:۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ والا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا جو شخص کسی غیر نبی کو نبی سے افضل یا برابر بتائے وہ کافر ہے۔

عقیدہ:۔ کسی نبی کی ادنیٰ سی توہین بھی کفر ہے۔

عقیدہ:۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بے ماں باپ کے مٹی سے

پیدا کیا اور اپنا خلیفہ کیا اور تمام مسمیات کا علم دیا فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کریں سب نے سجدہ کیا۔ شیطان جو کہ از قسم جن تھا مگر اس قدر زیادہ عابد وزاہد تھا کہ فرشتوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اس لیے مردود قرار دے دیا گیا تمام انبیاء کرام اللہ کے نزدیک عزت والے ہیں ان کو معاذ اللہ چوڑے چمار کی مثل قرار دینا کھلی ہوئی گستاخی ہے اور سراسر کفر ہے۔

عقیدہ:۔ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اس طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں۔ جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کے لیئے ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہوگئے انبیاء کی حیات حیات الشہداء سے بہت افضل واعلیٰ ہے چنانچہ شہید کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شہید کی بیوی عدت کے بعد دوسرے کے نکاح میں جاسکتی ہے اس کے برخلاف نبی کا نہ تو ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور نہ ہی نبی کی بیوی کا بھی کے بعد عقد ثانی ہوتا ہے۔

عقیدہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر جس طرح اس وقت لازم تھی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف فرماتھے۔ اب بھی اسی طرح فرض اعظم ہے۔

مسئلہ:۔ جب حضور کا ذکر آئے تو بڑے ادب سے درود شریف پڑھے اور نام پاک لکھے تو اس کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم لکھے بعض لوگ اختصار کرتے ہوئے صلعم یا صرف ۔ ؐ لکھ دیتے ہیں یہ قطعی ناجائز اور حرام ہے۔

حضور سے محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب کبریا کا بکثرت ذکر کرے اور درود شریف کی کثرت کرے اور حضور پاک کے گستاخوں اور دشمنوں سے عداوت رکھے۔ اگرچہ وہ اپنا خاص عزیز رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

عقیدہ:۔ جب تک حضور کی محبت ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے زیادہ

نہ ہو آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

حضور کی محبت "مدار ایمان" ہے بلکہ ایمان۔ محبت رسول ہی کا نام ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے "محبوبیت کبریٰ" کا مرتبہ عطا فرمایا۔

تمام مخلوق رضائے الٰہی کی جویا ہے اور

ع خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)

عقیدہ۔ انتہائے قرب یہ کہ رب تعالیٰ نے آپ کو جسمانی طور پر معراج پر بلایا۔ جمال الٰہی بچشم سر آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اور کلام الٰہی بلا واسطہ سماعت فرمایا۔ یہ قرب خاص نہ کسی کو حاصل ہوا نہ کبھی ہوگا۔

عقیدہ۔ حضور جمیع مخلوق الٰہی سے افضل ہیں اوروں کو جو کمالات فرداً فرداً عطا ہوئے حضور ہیں وہ سب کے سب جمع کر دیئے گئے۔

اس کے علاوہ حضور کو وہ کمالات بھی ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں بلکہ اوروں کو جو کچھ ملا آپ کے طفیل ملا بلکہ کمال اس لئے کمال ہوا کہ حضور کی صفت ہے۔ حضور کا کمال کسی وصف سے نہیں بلکہ اس وصف کا کمال ہے کہ کامل کی صفت بنکر خود کمال کامل و مکمل ہوگیا۔

عقیدہ۔ محال ہے کہ کوئی حضور کا مثل ہو جو کسی صفت خاص میں کسی کو حضور کا مثل بتائے وہ کافر ہے۔

عقیدہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں تمام جہان آپ کے تصرف میں دے دیا گیا ہے جو چاہیں سو کریں جسے چاہیں جو دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں تمام جہان میں اُن کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں تمام جہان ان کا محکوم ہے وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں تمام زمین ان کی ملکیت ہے تمام جنت ان کی جاگیر ہے تمام ملکوت السموات آپ کے زیر فرمان ہے رزق و خیر اور ہر قسم کی نعمتیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔

عقیدہ۔ احکام تشریعیہ حضور کے قبضے میں کر دیئے گئے ہیں کہ جس پر جو چاہیں حرام

فرمادیں۔ اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں حتیٰ کہ جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔

عقیدہ۔ اللہ پاک نے حضور کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور کے نور نے سارے عالم کو منور فرمایا۔ اس طرح حضور ہر جگہ تشریف فرما ہیں۔

کالشمس فی وسط السماء ونورها

یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

خلافت وامامت کے متعلق عقائد

عقیدہ۔

انبیاء و مرسلین کے بعد مخلوقات میں سب سے زیادہ افضل حضرت صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس ترتیب کے برخلاف جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل بتائے وہ گمراہ اور بدمذہب ہے۔

عقیدہ۔ ان حضرات کی خلافت بہ ترتیب فضیلت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو زیادہ افضل تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا مگر ایسا کبھی نہیں کہ ان کی افضلیت خلافت کی ترتیب پر ہے۔ ان کی خلافت سے انکار کرنے والا کافر ہے

عقیدہ۔ چاروں خلفائے راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ وحضرات حسنین کریمین واصحاب بدر واصحاب بیعت الرضوان کے لیے افضلیت ہے اور وہ سب قطعی جنتی ہیں۔

عقیدہ۔ کسی بھی صحابی کے ساتھ بدعقیدگی رکھنا گمراہی ہے ایسا شخص رافضی اور جہنمی ہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ اسی طرح سیدنا عمرو بن عاص حضرت مغیرہ بن شعبہ وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے قبل اسلام سید الشہداء سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور بعد اسلام سب سے

بڑے خبیث مُسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی
برا ہے اور اس کا قائل رافضی اور کافر ہے۔

عقیدہ [illegible]:- صحابہ کرام کے درمیان جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام حرام سخت حرام ہے
ہے مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب اپنے آقا و مولا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم
کے عاشق پروانے اور سچے غلام تھے۔

بہر حال صحابہ کرام نبی نہ تھے رسول نہ تھے فرشتہ نہ تھے کہ معصوم ہوں ان میں سے۔
بعض سے اگر کچھ لغزشیں بھی ہوئیں تو ان پر گرفت کرنا اللہ اور رسول کے خلاف ہے
کیونکہ سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ نے صحابیوں کے حق میں صاف اعلان فرمادیا۔

کُلًّا وَعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنیٰ

(یعنی سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا) اور ساتھ ہی ارشاد فرمادیا۔

وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْر۔

(اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرو گے)

چنانچہ اللہ نے جب ان کے تمام اعمال جان کر ان سب کے لیئے جنت کے
عذاب اور کرامت وثواب کا وعدہ فرمالیا تو پھر کسی دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی
کسی بات پر طعن کرے۔ لہٰذا ہمارا متفقہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام سب کے
سب جنتی ہیں۔

فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ د[illegible]ن [illegible] جس [illegible] تم سے وعد[illegible] گیا تھا"

یہ سارا مضمون قرآن مجید کا ارشاد مبارک ہے۔

یہ جو بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ تعالیٰ نہ کہا جائے یہ خیال باطل ہے علمائے
کرام نے تمام صحابہ کے مبارک ناموں کے ساتھ مطلقاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول ملوک اسلام ہیں۔ اسی طرف تورات
مقدس میں اشارہ ہے۔

مَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَمُہَاجَرُہٗ طَیْبَۃَ وَمُلْکُہٗ بِالشَّامِ

(یعنی وہ نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں پیدا ہوگا مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور
اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔)

تو اس طرح حضرت امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سلطنت ہے۔

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ با اختیار
ہوتے ہوئے عین میدان جنگ میں ہتھیار رکھ دیئے۔ اور خلافت حضرت امیر معاویہ
کے سپرد کردی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور اس صلح کو حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔ اور اس کی بشارت دی کہ ان البنی ....
من المسلمین" (یہ یعنی میرا بیٹا سید ہے۔ امید فرماتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باعث
دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے۔

اب حضرت معاویہ رضی اللہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا امام حسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرتا ہے یہی نہیں بلکہ خود اللہ
تعالیٰ پر بھی طعن کرتا ہے۔

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ کے شہداء کرام ہیں ان کی شہادت
کا منکر گمراہ اور بد دین ہے۔

عقیدہ [illegible]:- یزید پلید فاسق وفاجر تھا اس سے اور شہزادہ رسول سیدنا امام
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھلا کیا نسبت۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

البتہ ہم اپنی زبان سے یزید کو کافر بھی نہیں کہتے اور مسلمان بھی نہیں کہتے کیونکہ

اس سلسلے میں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک "سکوت" ہے یعنی ہم اسے فاسق وفاجر کہتے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان!

عقیدہ:۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن قطعی جنتی ہیں انہیں بقیہ تمام ازواج مطہرات اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر فضلیت حاصل ہے۔ ان کی طہارت کی گواہی قرآن نے دی ہے جو انہیں ایذا دیتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔ چنانچہ ان پر طعن کرنے والا رافضی اور جہنمی ہے۔

ولایت کے متعلق عقائد

ولایت۔ ایک قرب خاص ہے جو رب تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے خاص برگزیدہ بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

ولایت عبادت وریاضت کے زور سے حاصل نہیں کی جاسکتی یہ محض رب کی رضا پر منحصر ہے البتہ اعمال صالحہ ذریعہ ثابت ہوسکتے ہیں۔ بعض کو ولایت ماں کے پیٹ ہی میں مل جاتی ہے۔

عقیدہ:۔ اُمت میں سب سے زیادہ معرفت وقرب الٰہی حضرت صدیق اکبر کو پھر فاروق اعظم پھر ذوالنورین پھر مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ علیہم کو درجہ بدرجہ حاصل ہے ہاں مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جانب کمالات نبوت شیخین کو فرمایا اور جانب کمالات ولایت حضرت مولا مشکل کشا کو تو جملہ اولیائے مابعد نے مولا علی کرم اللہ وجہہ کے گھر سے یہ نعمت پائی ہے اور سب انہیں کے دست نگر تھے اور ہیں اور رہیں گے۔

عقیدہ:۔ طریقت منافی شریعت نہیں وہ شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے بعض جاہل صوفیا کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے یہ سراسر گمراہی ہے اس

طرح خود کو شریعت سے آزاد سمجھنا کھلا ہوا کفر والحاد ہے۔

عقیدہ:۔ کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو احکام شرعیہ کی پابندی سے آزاد نہیں ہوسکتا بعض سرپھرے جو یہ بک دیتے ہیں کہ۔ شریعت راستہ ہے راستہ کی حاجت اُن کو ہو جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں ہم تو پہنچ گئے۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جواب دیا کہ۔ بیشک پہنچے۔ مگر کہاں؟ جہنم کو! البتہ اگر مجذوب کی عقل زائل ہوگئی ہو تو اور بات ہے۔ مگر پھر بھی مجذوب شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا۔

عقیدہ:۔ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی طاقت دی ہے۔ اس میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے وہ سیاہ وسفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب ہوتے ہیں ان کو سارے اختیارات وتصرفات حضور کی نیابت ہی میں ملتے ہیں۔ اس سے علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں ان میں بہت سے ماکان ومایکون۔ اور تمام لوح محفوظ پر مطلع ہوتے ہیں۔

عقیدہ:۔ کرامت اولیاء حق ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔

مردے زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کرجانا غرض تمام خوارق عادات اولیاء سے ممکن ہیں سوائے ان معجزات کے جن کی بابت دوسروں کے لیے ممانعت ثابت ہوچکی ہے۔

عقیدہ:۔ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا محبوب ہے۔ یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں۔ رہا اولیاء اللہ کو فاعل حقیقی اور فاعل مستقل جاننا یہ غلط ہے مسلمان کبھی ایسا خیال نہیں کرتا۔

عقیدہ:۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری باعث برکت ہے۔

عقیدہ:۔ اولیائے کرام اپنی قبروں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہیں۔

ان میں سوچنے سمجھنے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت پہلے سے بہت زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔

عقیدہ:۔ اولیائے کرام کو دور نزدیک سے پکارنا صلحاء کا طریقہ ہے۔

عقیدہ:۔ انہیں ایصال ثواب کرنا نہایت مستحسن اور باعث حسنات و برکات ہے جسے ادب سے ہم نذر و نیاز کہتے ہیں۔ خصوصاً گیارہویں شریف کی فاتحہ نہایت عظیم البرکت ہے۔

عقیدہ:۔ عرس اولیائے کرام یعنی قرآن خوانی و نعت خوانی و وعظ اور فاتحہ خوانی نہایت عمدہ چیزیں ہیں۔

البتہ منہیات شرعیہ وہ تو ہر حالت میں مذموم ہیں اور مزارات مقدسہ پر اور زیادہ مذموم۔

عقائد متعلق ملائکہ

فرشتے اجسام نوری ہیں۔ معصوم ہیں اور ہر طرح کے گناہ سے پاک ہیں رب تعالیٰ نے مختلف خدمتیں ان کے سپرد کیں ہیں جو شکل چاہیں اختیار کر لیں کبھی وہ انسان کی شکل میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

عقیدہ:۔ کسی فرشتے کے حق میں ادنیٰ سی گستاخی بھی کفر ہے۔ جاہل لوگ کسی دشمن کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ عزرائیل یا موت کا فرشتہ آگیا یہ قریب کفر ہے۔

فرشتوں کے وجود کا سرے سے انکار کرنا یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں ہر دو باتیں کفر ہیں۔

جنّ کے متعلق عقائد

جن آگ سے پیدا کئے گئے ہیں ان میں بھی بعض کو یہ طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ ان کی عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ انسان کی طرح جن بھی عقل روح اور جسم رکھتے ہیں شادی بیاہ کرتے ہیں کھاتے پیتے مرتے ہیں۔ ان میں مسلمان

نیک بھی ہیں اور فاسق بھی سنی بھی ہیں اور بد مذہب بھی مگر ان میں کفار زیادہ ہیں ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں جن کے وجود کا انکار کرنا یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

عالم برزخ کے متعلق عقائد

دنیا اور آخرت کے درمیان کے عالم کو عالم برزخ کہتے ہیں۔

عقیدہ:۔ مرنے کے بعد مسلمان کی روح حسب مرتبہ مختلف مقاموں میں رہتی ہے بعض کی قبر میں بعض کی چاہ زمزم شریف میں۔ بعض کی آسمان و زمین کے درمیان بعض کی پہلے دوسرے ساتویں آسمان تک۔ بعض کی آسمانوں سے بھی بلند اور بعض پاک روحیں زیر عرش قندیلوں میں اور بعض کی اعلیٰ علیین میں رہتی ہیں۔ مگر کہیں ہوں روحوں کا تعلق اپنے جسموں کے ساتھ بھی ضرور قائم رہتا ہے جس طرح حیات دنیاوی میں قائم تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ بدن کی ہر راحت و لذت بھی روح کو پہنچتی ہے اس کے علاوہ روح کے لیے خاص اپنی راحت و غم کے الگ اسباب ہیں۔

اس کے برخلاف کافروں کی خبیث روحیں اپنے مرگھٹ یا قبر میں رہتی ہیں بعض کی چاہ برہوت میں کہ یمن میں ایک نالہ ہے۔ بعض کی پہلی دوسری، ساتویں زمین تک، بعض کی اس سے بھی نیچے۔ سجین میں۔ وہ کہیں بھی ہوں جو ان کی قبر یا مرگھٹ پر گزرے اُسے دیکھتی پہچانتی اور بات سنتی ہیں مگر کہیں آنے جانے کا اختیار نہیں رکھتیں کہ قید ہیں۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ مرنے کے بعد روح کسی دوسرے آدمی یا جانور کے بدن میں چلی جاتی ہے "تناسخ یا" "آواگون" کہلاتا ہے جو قطعی بے بنیاد اور کفر ہے۔

عقیدہ:۔ عذاب قبر بھی حق ہے اور قبر کی راحت بھی حق ہے دونوں روح اور جسم پر ہیں جسم اگرچہ گل جائے خاک ہو جائے مگر جسم کے اجزائے اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے وہ مورد عذاب و ثواب ہوں گے انہیں پر روز قیامت ترکیب جسم فرمائی جائے گی وہ ریڑھ کی ہڈی میں ایسے باریک اجزاء ہیں جنہیں "عجب الذنب"

کہتے ہیں کہ نہ کسی خوردبین سے نظر آسکتے ہیں نہ آگ انہیں جلا سکتی ہے اور
نہ زمین انہیں گلا سکتی ہے وہ گویا تخم جسم (بدن کا بیج) ہیں لہٰذا قیامت کے
روز روحوں کا واپس لوٹنا اسی جسم میں ہوگا۔

نبیوں ولیوں۔ عالموں۔ حافظوں اور شہیدوں کو جو منصب محبت پر فائز رہے
قرآن شریف پر عمل کرتے رہے اور ذکر شریف کا ورد کرتے رہے ان کے بدن کو
مٹی نہیں کھا سکتی اس کے برخلاف جو شخص انبیائے کرام کی شان میں یہ ناشائستہ
کلمہ کفر کہے کہ "مر کے مٹی میں مل گئے" وہ گمراہ مرتکب توہین اور خبیث ہے۔

قیامت کی کچھ نشانیاں اور عقائد

قرب قیامت علم اٹھ جائے گا یعنی علما اٹھا لیئے جائیں گے اس کا یہ مطلب
نہیں کہ علماء تو باقی رہیں اور ان کے دلوں سے علم نکل جائے بے غیرتی اور بے
حیائی عام ہوگی مرد کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔

زکواۃ دینا لوگوں پر گراں ہوگا کہ اس کو تاوان سمجھیں گے۔ مرد اپنی عورت کی غلامی
کرے گا۔ اور ماں باپ کی نافرمانی کرے گا۔

ناچ گانے کی کثرت ہوگی۔

اگلوں پر لوگ لعنت کریں گے۔

جوتے کا تسمہ کلام کرے گا یعنی ٹیلیفون کی ایجاد کی طرف (اشارہ ہے) اس
کے بازار جانے کے بعد جو کچھ گھر میں ہوا اس کی خبر دے گا۔ (ٹیپ ریکارڈ کی طرف
اشارہ ہے) وقت میں برکت نہ رہے گی یعنی دن بہت جلد گزر جایا کرے گا۔

عقیدہ:۔

قیامت بیشک قائم ہوگی۔ قیامت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

عقیدہ:۔

حشر صرف روح کا نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کا ہوگا۔ جو نہ مانے وہ
کافر ہے۔

عقیدہ:

دنیا میں جو روح جس جسم کے ساتھ متعلق تھی اس روح کا حشر اسی جسم میں ہوگا۔
روز محشر حساب ضرور ہوگا۔ حساب کا منکر کافر ہے۔ البتہ تہجد پڑھنے
والے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ جنت دوزخ حق ہیں ان کا انکار کرنے
والا کافر ہے۔

نوٹ:۔

یہ تمام عقائد فقہ کی مشہور و معروف کتاب "بہار شریعت" مصنف صدر
الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی قادری برکاتی رحمتہ اللہ علیہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی منانا

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا

یعنی آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے "فضل" اور اس کی رحمت کے ملنے پر خوشی کا
اظہار کرنا چاہیئے۔ (القرآن)

اور یقیناً سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سب سے بڑی رحمت
ہے لہٰذا اس کی خوشی بھی زیادہ منانا چاہیئے

باعث دو عالم کی پیدائش کی خوشی منانے والے ابولہب کے عذاب

حافظ الحدیث ابوالخیر علامہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابولہب کو (جس
کی مذمت میں سورہ لہب نازل ہوئی) جشن عید میلاد النبی منانے کا جہنم میں
یہ بدلہ ملا کہ اسکی انگلیوں سے پانی نکلتا ہے جس سے وہ تسکین پاتا ہے اور ہر
پیر کو اس کا عذاب کم ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش
کی خوشی میں پیر کے دن اسی انگلی کے اشارے سے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد
کیا تھا۔

نعرہ رسالت

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف لا رہے تھے
تو بنو نجار کے بچے بچیاں نعرہ رسالت "یا محمد یا رسول اللہ" کہہ کر حضور کا استقبال
کر رہے تھے۔ "کتاب الصحیح المسلم"

وَتفرق الغلمان وَالخدم فِی الطّرق یُنادُونَ یا مُحَمّدَ یا رَسُول اللہ یا
مُحمدَ یا رسول اللہ۔

یعنی بچے اور غلام راستے میں پھیل گئے اور بلند آواز سے یا محمد یا رسول اللہ یا
محمد یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے رہے۔

مسلم شریف جلد ۲ ص ۴۱۹

قبر پر پانی چھڑکنا

حضرت ابو رافع نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ
کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر پانی چھڑکا۔ نبی کریم علیہ السلام کی اس سنت پر عمل
کرتے ہوئے حضرت بلال ابن رباح نے حضور علیہ السلام کے دفن کے بعد [illegible]

بعد آپ کی قبر پر بھی پانی چھڑکا۔

نماز جنازہ کے بعد دُعا مانگنے کا حکم

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو بعد
میں خالص اس میت کے حق میں دُعا کرو۔

(ابوداؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۶)

انگوٹھے چومنا

اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنکر انگوٹھے چومنا مستحب ہے۔
بحوالہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب

طحطاوی شریف ص ۱۲۲ مطبوعہ مصر

صدقہ سے میت کو فائدہ

حضرت سعد بن عبادۃ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری والدہ کا
انتقال ہو گیا ہے۔

فَاَیّ الصَّدَقَۃِ اَفضَل۔ تو کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا پانی تو سعد
قَالَ المَاءُ فحَفَرَ بئرًا وَ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے
قالَ ھٰذِہٖ لِاُمّ سَعدٍ لئے ہے۔

(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صدقہ کرنا کھانا کھلوانا سبیل لگانا سب
جائز ہے۔

"سوادِ اعظم"

اِتّبعوا السّواد الاعظم (مشکوٰۃ شریف ص۳۰)

یعنی بڑی جماعت کی تابعداری کرو۔

بحمد اللہ جماعت اہل سنت ہمیشہ سے بڑی جماعت رہی ہے۔

اس کے علاوہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنّ اُمّتی لن تجتمع علی ضلالۃ فاذا رایتم الاختلاف فعلیکم بالسّواد الاعظم

(کتاب النہایہ لابن کثیر ص۱۸۰ مقاصد حسنہ ص۴۶۰ مستدرک للحاکم)

یعنی بیشک میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی۔ پس جب اختلاف دیکھو تو تم پر بڑی جماعت کی اتباع لازم ہے۔

صلوٰۃ وسلام

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ارشاد۔

یوں جی چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھوں وہ بھی ان الفاظ سے کہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

شکر النعمۃ بذکر الرحمۃ ص۸۱

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا انہوں نے یامحمداہ کہا اسیوقت

اچھا ہوگیا۔

(کتاب الاذکار ص۲۶)

(الادب المفرد ص۱۴۲)

انبیاء علیہم السّلام کے مزارات پر جاکر دینی و دنیاوی حاجات کے لئے انہیں ندا کر کے دُعا مانگنا جائز ہے۔

خلافت حضرت عمر کے زمانے میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن الحرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزار نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حاضر ہوکر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے مینہ طلب فرمائیے وہ ہلاک ہوگئے۔

(بیہقی ابن شیبہ باسناد صحیح)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر انہیں فرمایا کہ مینہ برسے گا۔

حیات النبی کا ثبوت

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ہ فرحین بما اتٰھم اللہ من فضلہ۔ (آل عمران)

ترجمہ:۔ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مرا ہوا گمان نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس انہیں روزی دی جاتی ہے۔ جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اس میں بڑے مگن ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں شہدا کی یہ شان بیان فرمائی کہ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ رزق پاتے ہیں۔

یہ بات ایک جاہل سے جاہل بھی جانتا ہے کہ شہدا کا درجہ بہر طور نبی سے کم ہے شہدا حضور کے خادم و غلام ہیں اور آپ ہی کی شریعت پر چل کر شہادت کے مرتبہ پر پہنچے ہیں اس لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع زندگی کی عظمتوں سے بہرہ ور ہیں دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔

(سورۂ النساء آیت ۴۱)

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں اور ہمارے حال سے مطلع نہیں تو کیا گواہی دیں گے۔

چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حالات و اعمال سے آگاہ ہیں اور اپنے مقربوں اور خاصوں کے لیے مدد و فیض رساں اور حاضر و ناظر ہیں۔

(جامع البرکات)

شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

و باشد رسول شما . . . . نفاق شمارا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں گے کیونکہ آپ اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے درجے اور رتبے سے آگاہ ہیں کہ وہ دین کے کس درجے پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور وہ کونسا حجاب ہے جس سے وہ ترقی میں رک گیا۔

پس (آپ) صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو بھی جانتے ہیں اور تمہارے ایمان کے درجوں اور تمہارے اخلاص و نفاق سے بھی واقف ہیں۔

(تفسیر و یکون الرسول علیکم شہیداً)

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ایمان والوں کا تو مرنا جینا برابر ہے۔

اَم حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ۔ (پ ۲۵۔ ع ۱۸)

ترجمہ:۔ کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کا مرنا جینا برابر ہے۔

نافع مدنی۔ ابن کثیر۔ ابو عمر بصری۔ ابن عمر شامی سلیمان اعمش آئمہ قرآت کے نزدیک سواءً۔ کے آخر تنوین میں ضمہ ہے (منہ) اس کے مطابق ترجمہ ہی ہے جو درج ہوا۔

علم کل اور علم غیب

و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ

(سورہ نحل)

ترجمہ:۔ ہم نے تم پر کتاب اتاری جس میں ہر شئے کا بیان ہے۔

صاحب "تفسیر عرائس البیان" فرماتے ہیں۔

یعنی ہم نے قرآن میں کسی ایک کا بھی مخلوق میں سے ذکر باقی نہ رکھا سب کچھ بیان کر دیا۔ لیکن اس ذکر کو صاحبان باطن جن کو نور معرفت حاصل ہو وہ ہی معلوم کر پاتے ہیں۔

کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ اے لوگو! علم سے تم کو تھوڑا سا حصہ عنایت ہوا ہے۔

لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم قرآن کے متعلق ارشاد ہوا۔

الرحمٰن علم القرآن

ترجمہ:۔ "رحمٰن نے آپ کو قرآن کی تعلیم دی۔" (سورۂ رحمٰن)

پس دوسروں کا علم حضور کے علم قرآن کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن

پاک میں بہت سے ایسے مضامین و آیات و حروف موجود ہیں جس کا علم سوائے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بڑے سے بڑے مقرب کو بھی نہیں الا یہ کہ خدا جس پر روشن فرمادے۔

قرآن پاک خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی تصدیق فرما رہا ہے۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

ترجمہ:۔ اللہ یوں نہیں کہ مطلع کردے تم کو غیب پر لیکن اللہ تعالیٰ منتخب کر لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔

اس کے برخلاف جن آیات میں علم غیب کی نفی آئی ہے اس سے مراد "علم ذاتی" کی نفی ہے یعنی علم غیب کو وہ خود بخود نہیں جانتے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بتانے سے بھی نہیں جان سکتے چنانچہ اس کی تصدیق "روح التفسیر" شرح جامع صغیر کے ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

اما قولہ لا یعلمہ ...... الا ھو

ترجمہ:۔ لیکن اللہ کا قول کہ نہیں جانتے اس سے علم ذاتی کی نفی ہے نہ کہ علم وہبی کی۔
امام نودی اور امام ابن حجر مکی وغیرہ نے بھی یہی مراد لی ہے کہ "علم غیب بے واسطہ" سوائے خدا کے کسی کو نہیں لیکن بالواسطہ علم غیب ثابت ہے اور اسی علم غیب کو اہلسنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں مولود شریف

قدیم زمانے سے عرب و عجم میں مولود شریف کی مجلسیں منعقد ہوتی چلی آرہی ہیں چنانچہ اسی قسم کی ایک مجلس کا چشم دید واقعہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

کنت قبل ذالک ...... بانوار الرحمۃ

ترجمہ:۔ میں اس مجلس میں حاضر تھا جو کہ مکہ معظمہ میں حضور کی ولادت کے دن مولد نبوی میں ہوئی تھی لوگ درود پڑھتے اور حضور کا ذکر خیر کر رہے تھے ناگاہ میں نے کچھ انوار دیکھے تو دفعتاً بلند ہوئے میں نہیں کہتا کہ میں نے ان کو بدن کی آنکھوں سے دیکھا نہ یہ کہوں کہ فقط روح کی بصر سے دیکھا خدا ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ کیا کیفیت تھی۔ میں نے ان انوار میں تامل کیا تو وہ انوار ان فرشتوں کے پائے جو ایسی مجالس و مشاہد پر موکل ہیں اور انوار ملائکہ انوار رحمت الٰہی سے ملے ہوئے دیکھے۔"

بلا شبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ خدا کی عظیم الشان نعمت ہے اور خدا کی اس نعمت پر کھڑے ہو کر شکر ادا کرنا اور نعمت کی تعظیم کرنا گویا منعم کی تعظیم ہے۔ وتعزروہ وتوقروہ (سورہ فتح)

ترجمہ:۔ رسول کی تعظیم و توقیر کرو یہ آیت ہمارے عقیدے کی جان ہے اور یہ سب کچھ عظمت و توقیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے ہے اس کی مخالفت کے یہ معنی ہیں کہ منکرین حضور کی عظمت و توقیر کے قائل نہیں۔

اور پھر کسی کی تعظیم و توقیر کے لئے کھڑے ہونا احادیث سے پورے طور پر ثابت ہے اور یہ سمجھنا بھی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مولود شریف کی مجالس میں تشریف فرما ہوتے ہیں بعید از قیاس نہیں ارواح انبیاء و صلحا کا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلنا پھرنا ثابت ہے حدیث معراج میں جیسے مشکوٰۃ شریف میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت انبیاء کرام کا مجمع ہو کر بیت المقدس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء وغیرہ کا حال ثابت ہے۔

قبر کا امتیازی نشان

لما مات عثمان بن مظعون ...... مات عن العلی

ترجمہ :۔ جب حضرت عثمان بن مظعون نے وفات پائی اور وہ دفن کر دیئے گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم فرمایا مگر بھاری ہونے کی وجہ سے وہ اسے اٹھا نہ سکے۔ تو آپ خود اس پتھر کے قریب تشریف لے گئے اور آستین چڑھائی۔ راوی نے کہا کہ آپ نے اپنی کلائیوں سے کپڑا اٹھایا تو گویا میں آپ کی کلائیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر حضرت عثمان کے سر کے قریب رکھ دیا اور فرمایا کہ اس پتھر سے میں اپنے بھائی کی قبر کا نشان کرتا ہوں اور میرے اہل میں سے جو وفات پائے گا اس کے پاس دفن کروں گا۔

یہیں سے قبر کے سرہانے نشانِ قبر کے طور پر کتبہ وغیرہ لگانے کا جواز ملتا ہے۔ جیساکہ درمختار سراجیہ سے منقول ہے۔

اسی طرح قبور کی تعمیر اور ان پر قبہ بنانے کا سبب یہ ہے کہ وہ باقی رہیں اور زائرین اہل قبور کی زیارت کر سکیں اور قبوں کے سائے میں بیٹھکر قرآن پاک پڑھ سکیں چنانچہ "اصابہ فی احوال الصحابہ" میں ہے۔

"مات الحکم - - - - - - - - - - - - - - عاب ذالک"

ترجمہ :۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں "حکم بن العاص" کا انتقال ہوا تو ان کی قبر پر گرمی کے سبب خیمہ قائم کیا گیا اس پر لوگوں نے اعتراض کیا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر کے عہد میں۔ حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ قائم کیا گیا تھا تو تم نے کسی کو دیکھا تھا۔ اس پر اعتراض کیا یا کسی عیب لگانے والے ہے اگیا!

کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا اور قبر میں عہد نامہ رکھنا

فقہ حنفی کی بنیادی کتاب "درمختار" میں ہے۔

یکتب علی جبھۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عہد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت۔

ترجمہ :۔ مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لئے بخشش کی امید ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است۔

ترجمہ :۔ قبر میں شجرہ رکھنا بزرگوں کا طریقہ ہے

قبر پر پھول ڈالنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ گزرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے کسی باغ میں تو دو آدمیوں کی آواز سنی کہ ان پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں ہوتا جس سے بچنا مشکل ہو فرمایا ان میں ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا تھا پھر کھجور کی ایک شاخ منگوا کر دو ٹکڑے کئے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کیوں کیا فرمایا تاکہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہو جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

(رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف۔ مسلم شریف)

احادیث وآیات سے یہ امر ثابت ہے کہ ہر زندہ چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے لکڑی کی حیات یہ ہے کہ جب تک وہ تر ہے زندہ ہے اس حدیث پر نظر کر کے قبر پر پھول ڈالتے ہیں تاکہ وہ تسبیح کریں اور مردہ کو فائدہ پہنچے۔

اسی لئے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

(وضع الورود والریاحین علی القبور حسن)

ترجمہ:۔ قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

شیرینی وطعام پر فاتحہ ونیاز

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ تحریر فرماتے ہیں۔

واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد
پس اغنیاء راہم خوردن جائز است،

ترجمہ:۔ اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس کا کھانا امیر لوگوں کے لئے بھی جائز ہے۔

(زبدۃ النصائح از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے۔

"طعامیکہ ثواب آں نیاز امامین نمایند
وبرآں فاتحہ وقل و درود خواندن متبرک
می شود خوردن آں بسیار خوب است"

(از فتاویٰ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ:۔ وہ کھانا جس کی نیاز کا ثواب حضرات امامین کو پہنچایا گیا ہو اور اس کھانے پر فاتحہ وقل اور درود پڑھا گیا ہو وہ کھانا متبرک ہو جاتا ہے اور ایسے کھانے کو کھانا بہت خوب ہے۔

کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنا

صحیح مسلم شریف کی حدیث شریف ہے کہ
حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔
اللّٰھُمَّ تقبلھا من محمدٍ وآلِ محمدٍ ومن امۃ محمدٍ۔

ترجمہ:۔ (اے اللہ قبول فرما محمد آل محمد اور امت محمد کی طرف سے)

جس طرح یہ دعا یا دعائے عقیقہ پڑھتے وقت جانور سامنے ہوتا ہے اسی طرح ثواب پہنچاتے وقت کھانے کو سامنے رکھ کر آیات قرآن پڑھ کر مُردوں کی روح کو بخش دیتے ہیں۔

مسجد میں چراغاں

علامہ عسقلانی فتح الباری شرح بخاری شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔

وکان تمیم الداری من افاضل الصحابۃ وله مناقب وھو اول من اسرج المسجد۔

ترجمہ:۔ (حضرت تمیم داری افاضل صحابہ میں صاحب مناقب صحابی ہیں اور وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے مسجد نبوی میں چراغاں کیا)

اس کی تفصیل درج ذیل ہے

"سراج غلام تمیم داری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ہم سب تمیم داری کے پانچ غلام تھے میرے آقا نے مجھے حکم دیا تو میں نے مسجد نبوی کو زیتون کے تیل کے چراغوں سے منور کیا اس سے پہلے خورمہ کی لکڑی جلا کرتی تھی۔ پس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ۔ ہماری مسجد کو کس نے جگمگایا تمیم داری نے کہا میرے غلام نے اور میری طرف اشارہ کر کے مجھے بتایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام دریافت فرمایا۔ میں نے اپنا نام فتح عرض کر دیا اس پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کا نام "سراج" یعنی (چراغ) ہے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ص ۲۶۲)

تفسیر روح البیان میں ہے

اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز ہے جبکہ اس سے مقصود یہ ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور لوگ ان کو

حقیر نہ جانیں۔

(تفسیر پارہ ۱۰ سورۃ توبہ)

شامی میں ہے۔

قال فی فتاوٰی الحجہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الاعمال بالنیات

ترجمہ:۔ فتاوٰی حجہ میں (قبروں پر دستار بندی کے بارے میں) اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود ہو تاکہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں بلکہ غافلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو جائز ہے کیونکہ عمل نیت سے ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

وکذا ایقاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لا ینبغی النہی عنہ"

اس طرح اولیاء و صالحین کی قبروں کے پاس قندیلیں روشن کرنا اور موم بتیاں جلانا ان کی عظمت کے لئے چونکہ ان کا مقصد صحیح ہے اس لئے جائز ہے اور اولیاء اللہ کے لیے تیل اور موم بتی کی نذر ماننا تاکہ ان کی عزت کے اظہار کے لئے ان کی قبروں کے پاس جلائی جائیں جائز ہے اس سے روکا نہ جائے۔

علماء دیوبند کے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و اعمال

علم غیب

لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔

(شمائم امدادیہ ص۱۱۵ حاجی امداد اللہ محدث مہاجر مکی)

یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ (بصیغہ خطاب) میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔۔۔ لیس اس کے جواب میں شک نہیں ہے"۔ (شمائم امدادیہ ص۹۷)

نذر و نیاز:۔

طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے جاری ہے۔

(شمائم امدادیہ ص۱۳۵)

"مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرومرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ قرآن خوانی ہوتی ہے۔۔۔۔ مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھایا جاتا ہے۔ (فیصلہ ہفت مسائل ص۹)

مولود شریف:۔

مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں"۔ (فیصلہ ہفت مسائل ص۵)

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔۔۔۔ کا قول صادق ہے کوئی عبادت حضور ۔۔۔ ادب کے برابر نہیں ہے"۔ (مدارج النبوت)

۔۔۔ رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے۔

اگر کوئی ۔۔۔ یہ ۔۔۔ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکی کو پسند فرماتے تھے اور دوسرا کہے کہ میں لوکی کو پسند نہیں کرتا تو ایسا کہنا کفر ہے"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک امیر نے کہا کہ مدینہ کی مٹی ناقص ہے امام موصوف نے اسے تیس درے لگوائے اور قید کیا۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب صلح حدیبیہ کا تحریر کیا تو۔ ھذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ پر مشرکوں نے اعتراض

کیا کہ لفظ رسول اللہ نہ لکھو اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ الفاظ
کاٹ دو تو اس پر حضرت علی نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اپنے ہاتھ
سے یہ لفظ مٹا سکوں۔ یہ تھی آپ کی رعایت ادب چنانچہ خود حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے وہ لفظ مٹایا۔

شد ادب جملہ طاقت محمود
طاعتِ بے ادب ندار دسود

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الذین . . . اجر عظیم ہ (سورۂ حجرات رکوع ۱)

جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے پاس پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں
کہ اللہ نے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے اور ان کے لئے مغفرت
اور اجر عظیم ہے اس آیت شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر کس و ناکس کو ادب کی توفیق نصیب
نہیں ہوتی جن کے دل امتحان الٰہی میں پورے اترتے ہیں وہ ہی ادب رسول کی نعمت
پاتے ہیں۔

سرمایۂ ادب بکف آور ایں متاع
آنرا کہ ہست فیض ابد آید لش بدست

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صحابہ کرام کی نظر میں۔

امام بخاری سے روایت ہے کہ عروہ بن مسعود رئیس مکہ نے آپ کی مجلس شریف سے
واپس جاکر لوگوں سے بیان کیا کہ۔ اے میری قوم میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، قیصر و
کسریٰ کے پاس گیا ہوں، نجاشی کے پاس گیا ہوں واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا
کہ اس کے مصاحب اس کی تعظیم اس قدر کرتے ہوں جس قدر صحابہ کرام محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ جب آپ کھنکار پھینکتے ہیں تو وہ کسی نہ
کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب

آپ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں اور جب وہ وضو
کرتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا وضو کا پانی لینے کے لیئے اب لڑ
پڑیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو وہ اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے پست
کر لیتے ہیں۔ اور وہ لوگ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے تک نہیں۔

(حصہ اول ختم)

فہرست مضامین حصہ دوم

حصہ دوم

صحیح عقیدہ اور عمل صالح

عقیدۂ صحیحہ کے بغیر کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ صحیح عقیدے کے بغیر عمل صالح کی کوئی اہمیت نہیں۔

نیک اعمال کی کمی کو عقیدہ کی صحت پورا کر دیتی ہے لیکن غلط عقائد کی کمی کو اعمال کی کثرت پورا نہیں کر سکتی۔ "والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحت" (القرآن) ـــــ سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان کو عمل پر فوقیت حاصل ہے۔ نرے اعمال کے لیے تو قرآن نے فیصلہ فرما دیا:۔

"عاملة ناصبة تصلیٰ ناراً حامية" (القرآن)

(ترجمہ:ـــــ عمل کریں گے ـــــ مشقتیں اٹھائیں گے مگر بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیے جائیں گے)

چنانچہ منافقین کلمہ پڑھتے تھے، روزہ نماز، حج اور زکوٰۃ ادا کرتے تھے، مسلمانوں کی طرح صورت و لباس اختیار کرتے تھے لیکن صرف اعمال ہی ان کی نجات کا ذریعہ نہ بن سکے۔ مختصر یہ کہ عقیدے کی درستی تمام اعمال کی بنیاد ہے اور اسی پر نجاتِ آخرت کا دار و مدار ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تاکید فرماتے ہیں:۔

"اپنے عقاید کو ـــــ "اہل سنت وجماعت" ـــــ کے عقیدوں کے مطابق رکھنا ضروری ہے کیونکہ صرف یہی فرقہ قیامت کے روز نجات پائے گا اور ان کے عقیدوں کی پیروی کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اگر ایک بال برابر بھی ان کے عقاید سے مخالفت ہو گئی تو پھر خطرہ ہی خطرہ ہے۔"

(دفتر اول مکتوب ۵۹)

کیونکہ:

"اہلسنت وجماعت ہی وہ گروہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے صحیح طریقہ پر قائم ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف سے اخذ کردہ صرف وہی مطالب، علوم اور عقائد قابل اعتبار ہیں جو ان علمائے حق نے بیان کیے۔ کیونکہ ہر بدعقیدہ اپنے عقائد فاسدہ کو قرآن مجید اور حدیث شریف ہی سے ثابت کرتا ہے۔ لہذا ہر شخص کے بیان کردہ معنی لائقِ اعتبار نہیں ہو سکتے"

(دفتر اول۔ مکتوب شریف ۱۹۳)

چنانچہ:۔

"ہر ذی عقل پر سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے عقاید اہلسنت وجماعت کے اعتقادات کے مطابق و موافق رکھے۔ کیونکہ آخرت میں نجات پانے والا صرف یہی گروہ ہے۔"

(دفتر اول مکتوب شریف نمبر ۲۶۶)

اہلسنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان باللہ کے ساتھ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا حق ادا نہ کرے اس وقت تک نہ تو ایمان مکمل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اعمال مقبول ہوں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

انا ارسلنٰك شاهدا ومبشرا ونذيراً لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه وتسبحوه بكرة واصيلاه

(پ ۲۶ سورۂ الفتح آیت ۸، ۹)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (اپنی امت کے اعمال و احوال کا تاکہ روزِ قیامت ان کی گواہی دو) اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

پس ثابت ہوا کہ ــــ اسلام توحید باری تعالیٰ اور عظمت رسالت مآب کا نام ہے۔ اس سے جو منحرف ہے وہ منافق و کافر ہے۔

توحید کے پردے میں تنقیص رسالت

شیطان کے پاس اس سے زیادہ خوفناک کوئی ہتھیار نہیں کہ وہ ــــ توحید ــــ نام پر ــــ تنقیص رسالت ــــ پر مائل کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں مفتیان دین کے نزدیک ــــ کفر ــــ عائد ہوتا ہے اور بالمتفقہ طور پر ایسا آدمی قتل کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی بنیادی کتاب درمختار کی یہ تند و تیز عبارت ملاحظہ فرمایئے:۔

"والکافر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کفرہ کفر" (درمختار طبع احمدی دہلی ص ۳۶۶)

(ترجمہ:۔ جو شخص کسی نبی کی گستاخی کرتا ہے ــــ کافر اور مرتد ــــ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ ــــ قتل ــــ کیا جائے گا۔ اس کی توبہ مطلقاً قبول نہ ہوگی کہ یہ ــــ "حق عبد" ــــ ہے جو توبہ سے زائل نہ ہوگا جیسے کہ خدا کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول ہے کہ یہ ــــ "حق اللہ" ــــ ہے اور جو گستاخ خدا اور رسول کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے، یا عیب لگائے یا حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر ہے۔ (کتاب الخراج)

اسی لیے فقیہ اعظم دیوبند کے نزدیک گستاخ مصطفیٰ کسی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں، حتیٰ کہ اس کی نیت کی صداقت تک کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو ــــ مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔"

(لطائف رشیدیہ ص ۲۲ از مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب دیوبندی)

گستاخ رسول کی سزا قتل

صدر مدرسہ دیوبند مزید اضافہ فرماتے ہیں:۔

"اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہیے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"

(الشہاب ثاقب از مولوی حسین احمد صاحب مدنی ص ۵۰)

معیارِ محبت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فاتبعونی یحببکم اللہ ــــ فرما کر ہمیں یہ بتا دیا کہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب کا گستاخ اللہ تعالیٰ کا محبوب کبھی نہیں بن سکتا۔ اتباع رسول کے یہ معنی نہیں کہ محبت رسول کے بغیر محض سنتوں کی ظاہری نقل کی جائے یہ تو نری نقالی ہوتی۔ بلکہ فاتبعونی کے معنی یہ ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نشے میں ڈوب کر اور آپ کی محبت کے جذبات سے سرشار ہو کر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کے سانچے میں ڈھل جائے۔ ایسی اتباع یقیناً محبت کی دلیل ہے۔

مسئلہ نور و بشر

اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں لیکن آپ ہم جیسے بشر نہیں کیونکہ آپ کی بشریت بھی بے مثل ہے۔ آپ کی بشریت اس قدر اعلیٰ وارفع ہے کہ ملائکہ کی نورانیت اس بشریت کی گرد کو نہیں پہنچ سکتی، اور یہ بشریت بھی صرف لباس کی حیثیت رکھتی ہے اور باطن تو ایسا نور علیٰ نور ہے کہ اس نور کی بلندی کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"جن گمراہوں نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "بشر" کہا اور دوسرے لوگوں کی طرح خیال کیا وہ آپ کی ذات کے منکر ہو گئے اور جن خوش نصیبوں نے آپ کو رحمت کائنات جانا اور دوسرے تمام انسانوں سے ممتاز اور ارفع جانا وہ دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شمار ہوئے۔"

(دفتر سوم مکتوب نمبر ۶۴)

"کیونکہ حضور علیہ السلام جسم عنصری رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ------ میں خدا کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔"
(دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۰)

اور رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں تصدیق فرمادی:۔

"قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین"

(ترجمہ:۔ بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب)

اس آیت کریمہ میں نور سے مراد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے حوالہ کے لیے ------ دیکھیے تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تفسیر جلالین شریف ص ۹۷، روح المعانی ج ا ص ۸۷، ملا علی قاری، موضوعات کبیر ص ۸۶، تفسیر صاوی ص ۲۳۹، تفسیر خازن ص ۴۳، تفسیر مدارک ج ا ص ۲۱۴، تفسیر روح البیان ج ا ص ۸۴۵، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۹۵۔

چنانچہ:۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے

انت الذی من نورک البدر کتسی
والشمس مشرقۃ بنور بھاک

(ترجمہ:۔ آپ وہ ہیں کہ چودھویں رات کے چاند نے روشنی کا لباس آپ کے نور سے پہنا ہے اور سورج بھی آپ کے نور حسن سے روشن ہے

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ اپنے عقیدے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:۔

وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا
زمیں از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

علامہ اقبال اقرار فرماتے ہیں:۔

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

حکیم دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنے عقیدے کا اعلان یوں کرتے ہیں:۔

"سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا"

"اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ نہ بہشت تھی نہ دوزخ نہ فرشتہ تھا نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ سورج تھا نہ چاند نہ جن تھا نہ انسان"۔

(نشر الطیب ص ۶)

فقیہ اعظم دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب فتوے دیتے ہیں:۔

"نیز او حق تعالیٰ فرماید کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد، مبشر، نذیر، داعیاً الی اللہ، سراج منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ نور دہندہ را گویند"

(ترجمہ:۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ہم نے حاضر و ناظر، خوشخبری سنانے والا، ڈرسنانے والا، اللہ کی طرف بلانے والا، سراج منیر بنا کر بھیجا منیر روشنی کرنے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔
(امداد السلوک)

نور بے سایہ

نیز فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا نیز یہ تواتر سے ثابت ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ نور ہیں اور نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں"

(امداد السلوک ص ۸۵)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی اعلان ہے:۔

"چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عین نور باشد، نور را سایہ نباشد"

(ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اس لیے کہ آپ نور ہیں اور نور کا سایہ

نہیں ہوتا) (مدارج النبوت ج ا ص ۱۱۸)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سایہ نہ ہونے کی بڑی خوبصورت توجیہہ فرماتے ہیں:-

آپ کے جسم شریف کے سایہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم مثال میں شے کا سایہ شے سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب حضور علیہ السلام سے زیادہ لطیف چیز جہاں میں ہے ہی نہیں تو آپ کے جسم مبارک کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

(دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۰)

بشر کہنے والا کافر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حقارت سے جو لوگ بشر کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:-

(فقالو ابشر یهدوننا فکفروا)

"کہنے لگے کہ کیا ایک "بشر" ہم کو ہدایت کرتا ہے پس وہ کافر ہو گئے۔"

نتیجہ یہ نکلا کہ توہین کے طور پر جو شخص کسی نبی مرسل خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

حبیب اور خلیل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ــــ "حبیب اللہ" ــــ ہیں اور ــــ "حبیب" ــــ کا رتبہ ــــ "خلیل" ــــ سے بڑا ہے۔

خلیل، خدا کی رضا چاہتا ہے اور خدا "حبیب" کی رضا چاہتا ہے۔ قرآن گواہ ہے:

فلنولینك قبلة ترضها۔ ولسوف یعطیك ربك فترضی۔

(ترجمہ: ہم آپ کا رُخ اُدھر پھیر دیں گے جدھر آپ راضی ہیں۔ آپ کو خدا عنقریب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ورفع بعضهم درجات ؕ

(مفہوم: اور آپ کے درجوں کو بلند فرمایا) ــــ اور

ورفعنا لك ذكرك

(ترجمہ:- ہم نے آپ کا ذکر بلند فرمایا)

كان فضل الله عليك عظيما ۰

(ترجمہ:- آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے)

انك لعلىٰ خلق عظيم ۰

(ترجمہ: آپ کا خلق عظیم ہے)

النبي اولىٰ بالمؤمنين ۰

(ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں سے اعلیٰ وارفع ہیں)

کعبہ کا کعبہ رُوئے محمد

"خلفاء عباسیہ میں سے خلیفہ منظور عباس نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ دعا کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی طرف منہ کروں یا قبلہ کی طرف؟ ــــ تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے منہ پھیرنے کا کیا موقع ہے؟ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرا بھی وسیلہ ہیں اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں ــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے ــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت چاہو تاکہ اللہ جل شانہٗ ان کی شفاعت قبول فرمائے"۔

(از علامہ زرقانی (شرح مواہب)

شفاعت

شفاعت کا مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:- ــــ "من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه" (القرآن)

(ترجمہ: ایسا کون ہے جو اللہ کے حضور اس کے اذن کے بغیر شفاعت کر سکے)

"لا یتکلمون الا من اذن له الرحمٰن" (القرآن)

(ترجمہ: وہاں کوئی کلام نہ کر سکے گا مگر وہی جسے اذن دیا جائے گا)

گویا — "اذنِ الٰہی" — سے شفاعت کی جاسکے گی۔ اس کے ساتھ یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قول دیا ہے:

"ولسوف يعطيك ربك فترضیٰ"

(ترجمہ: آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے)

اسی کے ساتھ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی یاد رہے:

اذا لا ارضیٰ وواحد من اُمتی فی النار

(ترجمہ: میں اُس وقت تک راضی ہی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہے گا) گویا آپ ساری اُمت کی شفاعت فرمائیں گے۔

احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار شریف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں جس کو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے چاہیں فرض قرار دیں جس کو چاہیں واجب ٹھہرائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "شارع"، "آمر"، "ناہی"، "مطاع" اور "مقتدیٰ" بنا کر بھیجا ہے۔ قرآن اس پر گواہ ہے۔ چنانچہ رب تعالیٰ کا صاف وصریح حکم ہے:

"ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہو"

(ترجمہ: یعنی رسول جو کچھ تمہیں دیں اس کو لے لو اور جن چیزوں سے منع کریں اُن سے باز رہو)

چنانچہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"مانگ کیا مانگتا ہے — ہم تجھے عطا فرمائیں"۔

عرض کی — "میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو" — فرمایا! "بھلا اور کچھ"؟ — عرض کی — "بس — میری مراد تو یہی ہے"۔

آپ نے فرمایا، تو میری مدد کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے"

(صحیح مسلم ـ ابو داؤد ـ ابن ماجہ ـ معجم کبیر ـ طبرانی)

اس حدیث شریف کے تحت حنفیوں کے پیشوا علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری — "مرقاۃ" — میں لکھتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ پاک نے حضور کو قدرت بخشی ہے کہ حق تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرما دیں"۔

پھر فرماتے ہیں کہ:

"امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور اقدس کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں بخش دیں"۔ (مرقاۃ)

شیخ محقق کا عقیدہ

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف سے کیا خوب استدلال فرماتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلق یہ فرمانا کہ جو کچھ چاہو مانگ لو کسی چیز کی تخصیص نہ فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا اختیار حضور ہی کے دست کریمانہ میں ہے، جس کو چاہیں، اپنے رب کے حکم سے دے دیں۔ کیونکہ دنیا وآخرت آپ ہی کی سخاوت ہے اور لوح وقلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے"۔

(اشعۃ اللمعات)

قرآنِ مجید میں ہے:

"اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ"

(ان کو اللہ اور رسول نے غنی کر دیا اپنے فضل سے)

یہ آیتِ مبارکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و قدرت کی بیّن دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضل سے انہیں دولت مند کر دیا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ "قصیدہ نعمان" میں یوں دستِ سوال بڑھاتے ہیں:

"یا اکرم الثقلین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الانام سواك"

ترجمہ: اے کرم کرنے والے۔ اللہ نے آپ کو اپنی نعمتوں کا خزانہ عنایت فرمایا ہے اس میں سے آپ مجھے بھی دیجئے۔

اللہ پاک نے آپ کو راضی فرمایا ہے آپ مجھے بھی راضی فرمائیے!۔

ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب آپ سے شفا مانگتے ہیں:۔

ترحم یا ابن آمنہ ترحم ... فضی حوبی رضاعی والفطام
بك استشفعت فی قلی وکثری ... بك استشفعت ان عرض السقام

ترجمہ:۔ رحم کیجئے۔ اے آمنہ کے لال رحم کیجئے! ——— میں نے اپنی ساری عمر گناہوں میں بسر کی ہے۔

میں چھوٹے بڑے سب کاموں میں آپ ہی کی شفاعت کا طلب گار ہوں اور بیماری کی حالت میں بھی آپ ہی سے شفا کا طالب ہوں۔

(مناجات مقبول قربات عند اللہ و صلوٰۃ الرسول ص ۲۳ مطبوعہ مکتبۃ الشہیر یہ کتب خانہ آصفیہ دہلی واعزازیہ دیوبند)

مشکلکشا

اکابرِ دیوبند تو اس سلسلے میں اس قدر آگے گئے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مشکلکشا مانتے ہیں:

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے رب
ہادیٔ عالم "علی مشکلکشا" کے واسطے!

(تعلیم الدین ص ۱۴۳ از مولوی اشرف علی تھانوی۔ سلاسل طیبہ ص ۲۲ از مولوی حسین احمد مدنی۔ امداد السلوک ص ۱۶۵ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ یوں استمداد طلب فرماتے ہیں:۔

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
اے حبیبِ کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل
اے مرے مشکلکشا فریاد ہے

(نالۂ امداد غریب مناجات ص ۱۱)

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند یوں مدد مانگتے ہیں:

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے "قاسم" بیکس کا کوئی حامیٔ کار

(قصائد قاسمی ص ۶)

وسیلہ

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ ہمارے تمام کاموں میں متصرفِ حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن کسی کام کی انجام دہی کے لیے ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر محبوبانِ خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیے جس کا خود اللہ تبارک و تعالیٰ حکم فرماتا ہے:۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۝

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ پ ۶ رکوع ۱۰

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت فرماتے ہیں:۔

اذا اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی

ترجمہ: جب تم کو مدد کی ضرورت ہو تو کہو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

(حصن حصین ص ۱۶۳)

بعد وصال تصرفاتِ اولیائے کرام

شیخ الاسلام حضرت شہاب رملی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزۃ بعد موتھم"

ترجمہ: انبیاء و مرسلین اور اولیاء کرام سے ان کے وصال کے بعد مدد مانگنا جائز ہے۔

(فتاویٰ سیدی جمال مکی قدس سرہٗ)

اس کی دلیل میں حسب ذیل حدیث شریف ہے:۔

"الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر فاذا مات المؤمن یخلی سربہ یسرح حیث شاء"

(مصنف ابن ابی شیبہ عن عبداللہ ابن عمر)

ترجمہ: دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے، جب مومن مرجاتا ہے تو اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے، اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ انسان قید میں وہ قوت حاصل نہیں کرسکتا جو قید خانہ کے باہر آزاد رہ کر کرسکتا ہے۔ چنانچہ اولیاء اللہ کے وصال کے بعد ان کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور وہ زیادہ تصرفات کرسکتے ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف کی مشہور حدیث قدسی کی روشنی میں امام فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں:۔

العبد اذا - - - - - - - - - والبعید والقریب

(تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۹۱)

ترجمہ: بندہ جب پابندی کے ساتھ اطاعت الٰہی کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ میں اس بندے کا کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔ اس طرح جب اللہ تعالیٰ کا نور اس کا کان بن جاتا ہے تو وہ نزدیک و دور کی سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے تو نزدیک و دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو سخت و نرم اور دور و نزدیک میں تصرف کرنے پر بندہ قادر ہو جاتا ہے۔"

اس سے پہلے والی حدیث شریف کے مطابق تصرفات بعد از وصال تو اور بھی بڑھ جاتے ہیں۔

چنانچہ پیشوائے علمائے دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:۔

"تصرفات و کرامات اولیاء اللہ بعد ممات بحالِ خود باقی میماند بلکہ در ولایت بعد موت ترقی مے شود"

(تذکرۃ الرشید ج ۲، ص ۲۵۲)

اکابر علمائے دیوبند کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بعد از وصال اپنے پیر و مرشد صوفی نور محمد صاحب کو امداد کے لیے پکارتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

(شمائم امدادیہ ص ۸۳ و امداد المشتاق ص ۱۱۶)

غرض کہ کون بدبخت ہے جو آپ کے دروازۂ قدرت پر حاضر ہو کر اور دست سوال دراز کر کے امداد طلب نہیں کرتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جب سرکار کے در دولت پر حاضر ہو کر ملتجی ہوئے تو جو کچھ دیکھا اور پایا اس کا اس طرح اعلان کرتے ہیں:۔

"آپ نے میری طرف کمال التفات فرمایا ——— اور مجھ کو بتایا کہ میں اپنی

حیات النبی

"ان اللہ حرم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حیٌ یرزق"
(نسائی ۔ ابن ماجہ ۔ ابوداؤد ۔ مسند امام احمد ۔ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے ۔ لہذا اللہ کا ہر نبی زندہ ہے اور انہیں روزی ملتی ہے ۔

جو چیز نظر نہ آئے اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ وہ چیز فی نفسہٖ موجود ہی نہیں ۔ فرشتے اور جن موجود ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے اور مسلمانوں کا تو ایمان ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نیز حضرت الیاس علیہ السلام تو ہماری اسی دنیا میں جسمانی طور پر زندہ و موجود ہیں ، لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور اللہ والوں کو مل بھی جاتے ہیں ۔

شہیدوں کی زندگی پر تو قرآن گواہ ہے اور انبیائے کرام تو شہیدوں سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہیں ۔ چنانچہ حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ شریف جلد اول میں فرماتے ہیں :

"حیات انبیاء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شہداء است ۔"

ترجمہ: انبیاء کی زندگی ، حیاتِ جسمانی دنیاوی حقیقی کے ساتھ ہے ۔ شہدائے کرام کی طرح ان کی حیات روحانی معنوی نہیں ۔ (اشعۃ اللمعات)

دار العلوم دیوبند کے بانی مبانی مولوی محمد قاسم نانوتوی تو اس سلسلے میں بہت آگے گئے ہیں ۔ چنانچہ بڑی خوبصورت مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

"وقت موت ، حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زائل نہ ہوگی ہاں مستور ہو جائے گی ——— حیاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا "

(آب حیات ص ۱۶)

آگے اس کی مزید تشریح فرماتے ہیں :۔

حاجتوں میں کس طرح آپ سے مدد مانگوں ——— اور کس طرح آپ جواب دیتے ہیں جب آپ پر کوئی درود پڑھے اور جب کوئی آپ کی مدح و ثنا کرے تو آپ کس طرح خوش ہوتے ہیں ۔"

(فیوض الحرمین ص ۲۸)

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ صادر فرماتے ہیں :

"کوئی شخص ——— الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ——— کہے ، کچھ مضائقہ نہیں ۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۱۴ ، سطر ۱۵)

چنانچہ خود فریاد کرتے ہوئے ندا کرتے ہیں :۔

"جہاز اُمت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ !"

(نالۂ امداد غریب مناجات ص ۱۱)

اور یہ تو ظاہر ہے کہ امداد اسی سے طلب کی جاتی ہے جو امداد کرنے کی صلاحیت و قوت رکھتا ہے ۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی بات ہے ۔ اللہ تعالیٰ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اولیاء اللہ کے اختیارات و تصرفات کی قسم کھا رہا ہے :۔

ارواح اولیاء اللہ دنیا بھر کے منتظم ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

" فالمدبرات امرا "

ترجمہ :۔ پھر قسم ، ان اولیاء اللہ کی ارواح کی جو امرِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں ۔

(پ ۳۰ ۔ آیت ۵ ۔ ترجمہ و تفسیر از بیضاوی شریف ص ۵۸۶ ، تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۸۷)

"حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دائمی ہے ممکن نہیں کہ آپ کی حیات زائل ہو جائے"

(آب حیات ص ۱۳۴)

" اسی لیے ازواج نبوی اور اموالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بدستور آپ کے نکاح
اور آپ ہی کی ملک میں باقی ہیں۔"

(آب حیات ص ۱۶۸)

نیز یہ آیت :-

"النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھتھم"

(پ ۲۱- سورۂ احزاب آیت ۶)

ترجمہ:- یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے (دنیا و دین کے تمام امور میں)
اور اُس کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں (تعظیم و حرمت میں) ————
———— کے دو جملے جدا جدا آپ کی حیات پر ایسی دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن کے ماننے
والوں کو تو گنجائش انکار نہیں رہتی۔

(آب حیات ص ۴۰ از مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب بانی دارالعلوم دیوبند)

حاضر و ناظر

حاضر و ناظر ہونے کے یہ معنیٰ قطعی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(نعوذ باللہ) "الٰہ" ———— ہونے کی حیثیت سے ———— صفاتِ الوہیت
———— کے ساتھ ہر جگہ حاضر و موجود ہیں ———— کسی سُنی کا ہرگز ہرگز یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے صرف یہ معنیٰ ہیں کہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت
اور نورانیت کے باوصف ہر جگہ موجود اور جلوہ گر ہیں۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے
بڑی خوبصورتی سے تصریح فرمائی ہے کہ:۔

"ان الفضاء . . . . عاصفة"

(فیوض الحرمین ص ۲۸)

یعنی بے شک تمام فضا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "روح پاک" سے بھری ہوئی ہے
اور "روح مبارک" اس میں تیز ہوا کے مانند موجیں مار رہی ہے۔

یا پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تشریح فرمائی ہے کہ:۔

"رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت . . . . والجب العمل است"

(تفسیر عزیزی ص ۲۳۶)

ترجمہ: حضور علیہ السلام اپنے "نور نبوت" سے ہر دین دار کے دین کو جانتے ہیں کہ
دین کے کس درجہ میں ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس
کی ترقی میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

یہ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے کہ جس کا کچھ بیان ہوا ورنہ عام اولیاء اللہ
کے حق میں علمائے دیوبند کے پیر و مرشد مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا یہ اعلان ہے:۔

"اصحاب نفوس قدسیہ جس قالب میں چاہیں اور جہاں چاہیں بیک وقت
حاضر ہو سکتے ہیں"۔

(مواعظ اشرفیہ)

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ نقشبندیوں کے سرتاج حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پہلے
ہی اعلان فرما گئے ہیں؛

"اکمل اولیاء اللہ کو اللہ پاک یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد
مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں"۔

(مکتوب نمبر ۵۸، ج ۲، ص ۱۱۵)

نتیجہ یہ نکلا کہ ———— اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے اللہ والے ہر جگہ ظاہر و موجود
ہو جاتے ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو یہ صفت بدرجۂ اولیٰ موجود ہے۔ اس
سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محفلِ مولود شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری بھی ہوتی ہے جس کے لیے قیام بھی لازم آتا ہے۔

محفلِ مولود شریف میں قیام وسلام

اس سلسلے میں علماء دیوبند کے پیر ومرشد حضرت مولانا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ محدث تھانوی مہاجر مکی نے بڑی خوبصورت بحث فرمائی ہے:۔

"یہ اعتقاد کہ مجلس مولود میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں اس اعتقاد کو کفر وشرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً ونقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے ۔۔۔۔ ــــ یہ ضعیف شبہ ہے کہ آپ کے علم وروحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے۔ اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸)

اس سے ثابت ہوا کہ محفلِ میلاد شریف میں سلام وقیام باعثِ برکت اور عین ثواب ہے۔ کیونکہ اس سے تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے بقول محدث تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ــــ یہ کفر وشرک ــــ قطعی نہیں کیونکہ کسی کی تعظیم اس کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

عبادت اور تعظیم کا فرق

عبادت بغیر اعتقاد کے نہیں ہو سکتی ورنہ سجدۂ تعظیمی اور سجدہ عبادت کا ایک ہی حکم ہوتا۔ کیونکہ ظاہری عمل تو صرف "سجدہ" ہی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ محض ظاہری عمل کو عبادت قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ کوئی عبادت اعتقادِ قلبی کے بغیر نہیں ہوتی۔ اسی طرح کسی کی تعظیم وتکریم اس کی عبادت نہیں ہو سکتی بلکہ حکمِ خداوندی کی بجاآوری ہوتی ہے۔ بموجب قرآنِ حکیم:۔

"ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب"

جب شعائر اللہ کی تعظیم ان کی عبادت نہیں ٹھہری بلکہ قلوب کا تقویٰ بڑھانے کا سبب ہوئی ــــ تو اسی طرح شعائر اللہ سے وابستہ رہنے والے بزرگانِ دین کی تعظیم بجالانا بھی عین منشائے خداوندی کی بجاآوری ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ خود عبادتِ الٰہی ہے۔

انبیاء واولیاء کے آثار ومشاہد

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبیوں، ولیوں کے آثار ومشاہد سے برکت حاصل کرنا اُمت کا ہمیشہ معمول رہا ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ببول کے درخت کے نیچے بیعت رضوان لی تھی صحابہ کرام اس درخت سے برکت حاصل کیا کرتے تھے ــــ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس درخت کے نیچے بیٹھنے سے اس درخت میں کوئی برکت نہیں آئی تھی یا آئی تھی مگر وہ برکت حاصل کرنا ناجائز تھا تو صحابہ کرام نے ایسا کیوں کیا اور پھر یہ عمل برس دو برس نہیں رہا بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک رہا مگر چونکہ یقینی طور پر معلوم نہ تھا کہ وہ خاص درخت کون سا ہے، لوگوں نے بس اندازے سے ایک درخت کو فرض کر لیا تھا، اس لیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ درخت کٹوا دیا۔ اس لیے نہیں کہ جس درخت کے نیچے لوگوں نے بیعت کی تھی اس سے برکت حاصل کرنا ناجائز تھا بلکہ اس لیے کہ لوگ کسی اور ہی درخت کو برکت والا ماننے لگے تھے اور اگر اس سے محض برکت حاصل کرنا ناجائز ہوتا تو اُسے روکنے کے لیے فاروق اعظم کا دُرّہ کافی تھا، درخت کٹوانے کی ضرورت نہ تھی۔

اس کی تصدیق تو خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے ہو جاتی ہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت آپ نے صاف صاف فرمادیا ــــ "تو محض ایک پتھر ہے" (مشکوٰۃ ص ۲۲۸) ــــ لیکن پھر بھی آپ نے اُسے بوسہ دیا کیونکہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مَس فرمادیا تھا۔ بس اسی لیے اس کا بوسہ مسنون اور قیامت تک کے لیے باعث برکت ہوگیا۔ اس کے علاوہ نسبت کی انتہا ملاحظہ فرمائیے:۔ حضرت ہاجرہ کے جہاں مقدس پاؤں پڑ گئے۔ وہ "صفا و مروہ" اللہ کی نشانی بن گئے اور قرآن نے عام اعلان فرمادیا۔

ترجمہ: "بے شک صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیاں ہیں"،

(پ ۲۔ رکوع ۳)

اور پھر صفا و مروہ کی "سعی" — اللہ کی ایک ولیہ کے اضطراری فعل کی ہو بہو نقل ہی تو ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حج جیسی اپنی اہم عبادت کا جزو قرار دے دیا۔ یہ سب اس تعلق خاص کی برکت ہی تو ہے۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے استعمال کیے ہوئے مبارک کُرتے کے بارے میں تو خود قرآن مجید میں آیا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے حوالہ کیا کہ اسے لے جا کر والد ماجد کے روئے انور پر ڈال دو، ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور یہی ہوا بھی۔ — کیا حضرت یوسف علیہ السلام دعا نہیں کر سکتے تھے؟ — کیا ان کی دعا قبول نہیں ہوتی؟ — کیا خود حضرت یعقوب علیہ السلام دعا نہیں کر سکتے تھے؟ — کیا اُن کی دعا قبول نہیں ہوتی؟ — پھر کُرتہ ہی کیوں بھیجا؟ — صرف اور صرف یہ بتانے کے لیے کہ ہمارا استعمال کیا ہوا کپڑا بھی باعث برکت ہوتا ہے۔

ماننے والوں کے لیے تو مقام ابراہیم کی مثال ہی کافی ہے — حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ شریف کی تعمیر کی تھی اس پر آپ کے قدموں کے نشان ہو گئے اس کی تعریف کرتے ہوئے اللہ پاک نے اُسے اپنی کھلی ہوئی نشانی قرار دیا اور وہ اب تک موجود ہے اور اس کے پاس آج بھی نماز و دعا مقبول ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے:۔

فیہ اٰیات بینات مقام ابراھیمہ

ترجمہ: اس (خانہ کعبہ) میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

جب دیگر انبیاء کرام کے آثار و تبرکات کی یہ اہمیت و تاثیر ہے تو پھر اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کی عظمت و تاثیر، کیا کہنا؟ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام آپ کے آثار مقدسہ کا غیر معمولی احترام کرتے تھے اور ان سے تبرکات و توسل کا کام لیتے تھے۔ کیونکہ آپ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز باعث خیر و برکت ہے۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک ہر دور میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کو جمہور امت اپنے لیے ذریعہ نجات اور وسیلہ بخشش سمجھتے رہے ہیں، ان کی تعظیم خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ چنانچہ شفاء شریف، مواہب لدنیہ اور مدارج النبوت میں لکھا ہے:۔

من اعظامہ صلی اللہ علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ

وما لمسہ او عرف بہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک حصہ ان تمام اشیاء کی تعظیم بھی ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو۔

انتہا یہ ہے کہ شیخ محقق دہلوی فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا نام مبارک آپ کی سیرت مبارکہ اور آپ کی حدیث شریف سننے کے وقت ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھنا خود آپ کی خدمت عالیہ میں ادب و احترام پیش کرنا ہے۔"

(مدارج النبوت)

آدابِ رسول

حضرت امام مالک جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ادب سے جھک جاتے۔ ان کا رنگ بدل جاتا ——— مدینہ منورہ میں کسی سواری پر سوار نہ ہوتے، فرماتے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میری سواری اس سرزمین کو پامال کرے جس کے اندر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں۔

آدابِ رسول کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ حدیث شریف پڑھتے وقت آنے والے کے احترام میں کھڑا نہ ہوا جائے حضرت امام مالک کو تو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ درس حدیث کے دوران بچھو نے ستر بار آپ کے ڈنک مارا مگر آپ نے اس قدر ضبط کیا کہ جنبش تک نہ کی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے پیش نظر حدیث کا سلسلہ نہ توڑا ——— کیونکہ آپ کی تعظیم فرض ہے۔

تعظیمِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہے

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:-

وتعزروہ وتوقروہ (سورہ فتح - آیت ٦)

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کرو۔

(ترجمہ منقول از ابن عباس بحوالہ شفا شریف ج ۲ ص ۲۹)

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عرشِ اعظم سے افضل ہے

جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اطہر احادیث کی تصریحات کی روشنی میں عرشِ اعظم سے افضل ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

انگوٹھے چومنے کی فضیلت

اذان میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہی انگوٹھے چومنا اظہار ادب و محبت ہی کی یک صورت ہے۔ چنانچہ مفتیان دین کا فتویٰ ہے:-

"جب مؤذن ——— اشہد ان محمدا رسول اللہ ——— کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اور کہے ——— قُرَّةُ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ ——— یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرے گا اس کے گناہ بخشے جائیں گے اور قیامت کے روز میری شفاعت اس کے لیے لازمی ہوگی اور وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں دکھیں گی۔"

(بحوالہ رد المحتار ص ۳۱۰ - باب اذان مطبوعہ مصر)

نیز تفسیر روح البیان جلد ۷ مطبوعہ مصر و استنبول ص ۲۲۹ - تفسیر بحر العلوم ابو طالب مکی میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے۔

قبر پر اذان کی برکتیں

"عن جابر قال خرجنا - - - - - - - - فرجہ اللہ عنہ (رواہ احمد)

(مشکوٰۃ شریف - الفصل الثالث ص ۱۲۷)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں جبکہ وہ وفات پا گئے، شریک ہوئے، جب آپ نے ان پر نماز پڑھی وہ قبر میں رکھ دیے گئے اس پر مٹی ڈال دی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح کہی۔ اور ہم نے بھی دیر تک تسبیح کہی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہم نے بھی تکبیر کہی۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ! آپ نے تسبیح کیوں کہی اور پھر تکبیر کہی۔ فرمایا تحقیق اس صالح بندے پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی، سو اللہ تعالیٰ نے (ہماری تسبیح و تکبیر کے سبب) اس کی قبر کو کشادہ کر دیا۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ (مشکوٰۃ شریف الفصل الثالث ص ۱۲۷)

چنانچہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے قبر پر ——— "اللہ اکبر" ——— بار بار فرمایا ——— اور یہی کلمہ اذان میں چھ بار ہے تو اس طرح قبر پر اذان کہنا عین سنت ہوا۔ اس لیے:۔

"بعد دفن میت اذان کہنا مستحب ہے۔"

(ردالمختار بحوالہ بہار شریعت)

متقلد کو ہر عمل میں اپنے امام کی تقلید لازم ہے

"متقلد کو یہ جائز نہیں کہ اپنے امام کی رائے کے خلاف قرآن و حدیث سے شریعت کے احکام خود نکال کر ان پر عمل کرنے لگے۔ مقلدوں کے لیے لازم ہے کہ جس امام کی تقلید کر رہے ہیں، اسی کے مذہب کے مفتی کا قول معلوم کر کے اسی پر عمل کریں۔"

(مکتوب نمبر ۲۸۶، ج ۱، ص ۳۷۵:

از حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

"عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔"

(شمائم امدادیہ صـ ۱۳۵)

چنانچہ عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ نام رکھ سکتے ہیں۔

بدعت کا الزام

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لا یسمع ذالک کونہ محدثا فکم من محدث حسن

ترجمہ:۔ کسی چیز کا نو ایجاد ہونا بدعت نہیں۔ کتنے ہی نو ایجاد امور "خیرِ احسن" ہیں۔ اگر ہر بدعت، بدعت ضلالہ ہوتی تو تراویح کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ——— "نعم البدعت" ——— نہ فرماتے۔ تراویح کو بہترین بدعت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ ہر بدعت، بدعت ضلالہ نہیں ہوتی۔ جیسا کہ رسول مقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من سن سنۃ حسنۃ الخ

من سن سنۃ سیئۃ الخ

یعنی جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو وہ اور اس پر عمل کرنے والے دونوں ہی مستحق اجر و ثواب ہیں اور جس نے بُرا طریقہ ایجاد کیا تو وہ اور اس پر عمل کرنے والے دونوں ہی لائق سزا ہیں۔

یہ حدیث اس باب میں حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد بحث کی کوئی

گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

"انما الحذور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سورا بها" (جلد دوم)

یعنی ممنوع وہ بدعت ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے:۔

"جس نے نکالا اسلام میں کوئی اچھا طریقہ تو اس کا ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی ملے گا اور کسی کا ثواب کم نہ ہوگا"۔ (ص ۳۳)

بدعتی کون؟

فقہ کی بنیادی کتاب ردالمحتار کا فیصلہ ہے کہ:۔

"جو اہلسنت وجماعت کے اعتقاد کے خلاف بات کرے وہ بدعتی ہے"۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۵۴)

اہلسنت وجماعت کا مخالف بدعتی ہے

یہ اعلان خود امام ابن تیمیہ کی زبانی سنیے:۔

"اہلسنت وجماعت"۔ ایک پرانا اور مشہور مذہب ہے۔ یہ "صحابہ کرام" کا مذہب تھا جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔ جو اس کی مخالفت کرے وہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک ۔۔۔ "بدعتی" ہے۔

(منہاج السنۃ ص ۵۶ ج ۱)

تصورِ رسول کے بغیر نماز درست نہیں

نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال آنے کو بعض گستاخوں نے اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں غرق ہونے سے بدتر لکھا ہے۔ ان گستاخوں کے لیے درمختار کی یہ عبارت تازیانہ کی حیثیت رکھتی ہے:۔

"ولیقصد بالفاظ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذکرہ فی المجتبیٰ"

ترجمہ: تشہد میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور حکایۃً نہیں بلکہ بطور انشاء خطاب کیا گیا ہے۔ یہاں فی الواقع حضور کو سلام مقصود ہے۔

اسی لیے حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"واحضر فی قلبك ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ما هو ادنیٰ منه"

ترجمہ: جب التحیات پڑھے تو اپنے دل میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ کو حاضر کرے اور حضور اقدس کا تصور دل میں جما کر ۔۔۔ "السلام علیک ایها النبی" ۔۔۔ عرض کرے اور یقین جانے کہ یہ سلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام اپنے شایانِ شان اس کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں:۔

حضرت امام شعرانی نے اس کی صراحت اس طرح فرمائی ہے:۔

"انما امر الشارع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بالسلام مشافۃ"

(المیزان الکبریٰ ص ۱۴۵، ج ۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: شارع حقیقی نے (قعدے) میں نمازی کو صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لیے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونق افروز ہیں کیونکہ وہ بارگاہِ خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے پس نمازی حضور علیہ السلام کے روبرو سلام عرض کرتے ہیں۔

حضرت علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے بڑے خوبصورت انداز میں فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں لکھتے ہیں:۔

"نمازیوں نے جب التحیات کے ساتھ ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں

حی لایموت کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت مل گئی۔ مناجات کی فرحت سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں متنبہ کیا گیا کہ یہ سب کچھ صدقہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کی تابعداری کی برکت ہے —— سو انہوں نے خبردار ہوتے ہی نظر اٹھائی تو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حبیب پاک کو حاضر و موجود پایا۔ پس آداب بجالائے اور فوراً اُن کی طرف متوجہ ہوئے

(فتح الباری شرح بخاری ص ۲۵۰ ج ۲)

کیسے کیسے محبوب لہجے اور دلنشیں انداز میں شارحین بخاری شریف نے اس کی توجیہہ و تشریح فرمائی ہے۔

شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے دریا کو کوزے میں اس طرح بھرا ہے،

"یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام موجودات کے ذرات اور افرادِ ممکنات میں جاری و ساری ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ اس معنیٰ سے آگاہ رہے اور حضور کے حاضر و ناظر ہونے سے غافل نہ ہو تاکہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے روشن و فیضیاب ہو۔"

(اشعۃ اللمعات ص ۴۱ ج ۱)

زیارت قبور کے لیے سفر باعث برکت ہے

جمہور اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ بزرگانِ دین کے مزاراتِ مبارکہ کی زیارت کے لیے سفر کرنا بلاشبہ جائز ہے بلکہ مسنون اور باعث برکت بھی ہے۔ مخالفین جو یہ حدیث پیش کرتے ہیں

"لاتشد الرحال .... والمسجد الاقصیٰ"

ترجمہ: تین مسجدوں کے علاوہ کہیں سفر نہ کرو۔ مسجد حرام۔ مسجد رسول۔ مسجد اقصیٰ۔

تو اس سلسلے میں حضرت ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں،

"اس حدیث سے دلیل لاتے ہوئے بعض علماء نے مشاہد اور صلحاء کی زیارت سے منع کیا ہے —— یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی کہ زیارتِ قبور کا تو شریعت نے حکم دیا ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں ہے:

"میں نے تم کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا —— سنو۔ اب زیارت کیا کرو۔"

در اصل بات یہ ہے کہ حدیث —— لاتشد الرحال —— میں متذکرہ بالا تین مساجد کے علاوہ کسی اور چوتھی مسجد کی طرف سفر منع ہے کیونکہ بقیہ ساری مساجد احترام میں ایک جیسی ہی ہیں۔ پھر خواہ مخواہ کیوں کسی مسجد کے لیے سفر کیا جائے، سوائے ان تین مساجد کے کیونکہ مسجد حرام میں ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کا اور مسجد اقصیٰ میں پچیس ہزار کا ثواب ملتا ہے۔ ان تین مساجد کے علاوہ کسی چوتھی مسجد میں کوئی خاص ثواب نہیں ملتا۔ اس لیے ممانعت ہو گئی —— اس کے برخلاف اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ کہیں اور کسی بھی کام سے سفر ہی نہ کیا جائے، نہ تحصیلِ علم کے لیے نہ تبلیغ و تعلیم کے لیے نہ کاروبار اور بیوپار کے لیے۔ اس طرح تو معیشت تنگ اور زندگی اجیرن ہو جائے گی یہ بات تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جائے اس سے بڑا اور کیا ظلم ہوگا۔

چنانچہ علامہ حجر عسقلانی فتح الباری (شرح بخاری شریف) میں لکھتے ہیں:-

"مراد یہ ہے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے سفر نہ کرے، سوائے ان تین مسجدوں کے۔ لیکن کسی بزرگ کی زیارت یا کسی اور کام سے کہیں سفر کرنا یہ اس منع میں داخل نہیں۔"

نذرونیاز، فاتحہ اور ایصالِ ثواب کی برکات

تمام اہلسنت وجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ بدنی اور مالی عبادتوں کا ثواب ارواح کو بخشنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اقوال فقہائے کرام سے ثابت ہے۔ ایصالِ ثواب کا انکار خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام میں سے آج تک کسی نے نہ کیا۔

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا تو آپ ہر سال بکری ذبح کرکے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم فرماتے رہے۔

جو ایصالِ ثواب کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے کنواں کھد
اور فرمایا:۔

"ھٰذہ لام سعد" (مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ)

ترجمہ: یہ اُم سعد کا کنواں ہے۔

حاشیہ خزائنۃ الروایات میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد تیسرے، ساتویں دن، چھٹے ماہ اور سال کے بع
ان کو ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ دیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فتوے دیتے ہیں:۔

الاصل فی ھٰذا الباب ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ اوصوما اوصدقۃ اوغیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ۔

ترجمہ: ایصالِ ثواب کے بارے میں اصل بات یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت ک

یک انسان اپنے عمل، نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

(ہدایہ مطبوعہ مطبع مجیدی ج ۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو یوسف سب کے نزدیک یصالِ ثواب ہی کی مختلف صورتیں تیجا، دسواں، چالیسواں اہلسنت وجماعت میں جاری ہیں چنانچہ ضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تصدیق فرماتے ہیں:۔

"گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق ایصالِ ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں"۔

(فیصلہ ہفت مسائل مصنفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ)

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک عقیدت مند کو اپنے مکتوب شریف یں تحریر فرماتے ہیں:۔

"نیاز یکہ بدرویشاں فرستادہ بودند نیز وصول یافت فاتحہ سلامت خواندہ شد"

(دفتر اول مکتوب نمبر ۲۴۱)

ترجمہ: آپ کی جو نیاز درویشوں کے لیے روانہ کی تھی وہ مل گئی ہے اور اس پر سلامتی کے لیے فاتحہ بھی پڑھ دی ہے۔

لیجیے اب تو معاملہ بالکل صاف ہو گیا کہ خود حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت یں عقیدت مندوں کی جانب سے نیاز کے لیے چیزیں پیش کی جاتی تھیں اور ان پر فاتحہ بھی ڑھی جاتی تھی۔

حضرت شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حکم دیتے ہیں:۔

"وتصدق کردہ شود از میت ------- تصدق کند از وے یا نہ"

(باب زیارت القبور۔ اشعۃ اللمعات)

ترجمہ:۔ میت کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے سات روز تک صدقہ دیا جائے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہدایت فرماتے ہیں:۔

"بدعا و صدقہ ساعت بساعت مدد نمائید"

(دفتر اول مکتوب شریف نمبر ۸۹)

ترجمہ: ہر گھڑی دعا و صدقہ کے ذریعے ان کی مدد کرتے رہو۔

چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی فقیہ اعظم دیو بند فتویٰ دیتے ہیں:۔

"بزرگوں کو جو نذر دیتے ہیں وہ ہدیہ ہے۔ اور درست ہے ___ اور جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنیٰ ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے ___ درست ہے"

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵، ج ۱)

گویا نذر و نیاز ہر طرح درست و جائز ہے۔

صرف معتزلہ ایصالِ ثواب کے منکر ہیں

ترجمانِ عقائد اہلسنت حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفع لھم خلافا للمعتزلۃ" (شرح عقائد نسفی)

ترجمہ: زندوں کی طرف سے مردوں کے لیے دعا اور صدقہ و خیرات کرنے میں مُردوں کو ضرور نفع پہنچتا ہے ___ البتہ صرف فرقہ "معتزلہ" ایصال ثواب کا منکر ہے۔

عرس کی نورانی حقیقت

تقریباتِ عرس کی تشریح اور جواز پیش کرتے ہوئے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"لفظ عرس ماخوذ (ترمذی شریف کی) اس حدیث سے ہے ___ نم کنومۃ العروس ___ یعنی بندہ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر۔ کیونکہ موت، مقبولانِ الٰہی کے حق میں وصال مقبول حقیقی ہے اس سے بڑھ کر کون عروسی ہوگی .... اس لیے مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں۔ باہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن طعام کا ثواب بھی پہنچایا جاوے۔

"نیز طالبوں کا یہ فائدہ ہے کہ پیر کی تلاش میں دقت نہیں ہوتی۔ بہت سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں ان میں جس سے عقیدت ہو اس کی غلامی اختیار کرے۔ رہا یوم وفات کا مقرر کرنا اس میں اسرار مخفیہ ہیں ان کا اظہار ضروری نہیں۔"

(ماخوذ از کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال اپنے والد کا عرس کرتے تھے۔ ملا عبد الحکیم ملتانی نے آپ پر اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے۔ سال بسال کرتے ہو۔ شاہ صاحب نے اس کا جو مسکت جواب دیا ہے وہ ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ طعن جس پر کیا جا رہا ہے اس کے حالات سے بے خبری اور جہالت کی بنا پر ہے۔ اس لیے کہ سوائے فرائض مقررہ شرعیہ کے کوئی شخص کسی شے کو فرض نہیں جانتا ___ ہاں یہ بات ضرور ہے، کہ زیارت قبور اور قبور صالحین سے برکت حاصل کرنا ___ قرآن مجید کی تلاوت ___ دعائے خیر ___ تقسیم طعام و شیرینی ___ باتفاق علماء کرام مستحسن اور خوب کام ہے۔

عرس کا دن تعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن ان کے دارِ عمل سے دارِ ثواب کی طرف انتقال کی یاد تازہ کرتا ہے۔"

(زبدۃ النصائح ص ۴۴)

عرس کا ثبوت حدیث نبوی اور فعلِ صحابہ سے

روی عن ابی شیبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشہداء باحد علیٰ راس کل حول (رد المحتار)

ترجمہ: ابن شیبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں اُحد شریف میں شہداءِ اُحد کی قبروں پر آتے تھے۔

اس موقعہ پر تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون"

ترجمہ: اور چاروں صحابہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے اور کچھ پڑھتے اور اسی طرح صحابہ کرام بھی کرتے تھے تو اس طرح ہر سال بزرگوں کے عرس میں حاضر ہو کر کچھ پڑھ کر بخشا جائے تو یہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی اقتداء اور اتباع ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی تک نے تسلیم کیا:۔

"جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جنابِ الٰہی میں دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے اور وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حق داروں ہے اس کے حق کے برابر اسے ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی پس امورِ مروّجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عرسوں اور

نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔"

(صراط مستقیم ص ۱۰۳، ۱۰۴، مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور نومبر ۱۹۵۶ء)

تمام صحابہ کرام کے بارے میں اہلسنت کا متفقہ عقیدہ

اس سلسلے میں جماعت اہلسنت کا مسلک بڑی خوبصورتی کے ساتھ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

"حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر و سیدنا معاویہ و سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کی لڑائیاں ہوئیں۔ ان سب میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حق پر تھے اور یہ حضرات خطا پر۔ لیکن وہ خطا عنادی نہ تھی بلکہ اجتہادی تھی۔ مجتہد کو اس کی خطائے اجتہادی پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ ہم کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے، ان سب کی تعظیم کرنے کا حکم ہے۔ جو کسی صحابی کے ساتھ بغض و عداوت رکھے وہ بدمذہب ہے۔"

(مکتوب نمبر ۲۶۶ ج ۱ ص ۲۳۲)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:۔

"اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور ان کی ایسی تعریف و توصیف کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اور جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔"

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:۔

"الفق اهل السنة على وجوب .... جل على ما کان"

ترجمہ:۔ اہلسنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور ان
کی برابری سے خاموشی اختیار کرنی ضروری ہے اور ان کے فضائل و محاسن کا اظہار
کرنا اور ان کے تمام معاملات جیسے بھی تھے، اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا"۔

چنانچہ اہلسنت کا بالمتفقہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کی خطائیں معاف ہیں کیونکہ یہ حضرات
نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عنداللہ ماجور ہیں۔ اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے
ادبی کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم سے رکنا اہلسنت سے خارج ہونا ہے۔ اس کی تفصیل کے
لیے احیاء العلوم۔ لواقیت۔ شرح فقہ اکبر۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ مجمع البحار۔ صواعق محرقہ اور شفا
قاضی عیاض دیکھیے۔

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ ہمیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی ملا، صحابہ
کے واسطے اور ذریعہ سے ملا تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی تو گویا اس نے پورے
دینِ اسلام پر طعن و تشنیع کی۔

"وکیونکہ ان حضرات کی صحبت مع النبی یقینی ہے اور ان کے خلاف) روایات
ظنی ـــــ چنانچہ ظن، یقین کا معارض نہیں اس لیے ظن سے یقین متروک
نہیں ہوتا"۔ (تکمیل الایمان)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تلقین و تنبیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ بڑی تفصیل اور نہایت زوردار الفاظ میں
ہدایت فرماتے ہیں:۔

"ہر عاقل و بالغ پر سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو علماء سے

اہلسنت و جماعت کے بیان کردہ عقیدوں کے مطابق و موافق کرے کیونکہ
آخرت میں نجات انہیں بزرگوں کے بیان کردہ عقیدوں کی پیروی ہی سے اس
روز نجات صرف انہیں بزرگوں کے پیروکاروں کو نصیب ہوگی۔ اہلسنت وجماعت
ہی وہ گروہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریقہ مستقیمہ
پر قائم ہے"۔

(دفتر اول مکتوب شریف نمبر ۱۹۳)

اہلبیت کرام کی محبت فرض عین ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کرام کے ساتھ محبت کا فرض ہونا نص قطعی
سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی الحق اور تبلیغ اسلام
کی اُجرت اُمت پر یہی قرار دی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ
محبت کی جائے:۔

"قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ"

(مکتوب نمبر ۲۶۶ ج ۱ ص ۳۲۶)

حضرت امام حسین علیہ السلام کو باغی کہنے والے خارجی ہیں

جو لوگ یزید کو خلیفہ راشد مانتے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کو خلافت کا باغی
ٹھہراتے ہیں، وہ صرف اتنا بتائیں کہ اگر امام حسین علیہ السلام کا خروج غیر شرعی اور منشائے
رسالت کے خلاف تھا تو ان احادیث کا کیا بنے گا جن میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

نے امام حسین علیہ السلام کو ——— "اپنا پھول" ——— کہا۔ اور ——— "جنت کے جوانوں کا سردار" ——— قرار دیا ہے بلکہ یہ اعلان بھی فرمادیا ہے کہ ——— "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں" ——— نیز یہ دعا فرمائی ———

"اے اللہ! حسین سے جو محبت کرے اس سے تو محبت فرما"

(مشکوٰۃ شریف)

اس کے باوجود خارجی حضرت امام عالیمقام کے خلاف نفرت کی مہم چلاتے ہوئے نہیں شرماتے! ——— افسوس کہ یزید گردی میں لوگ حضرت حُر رحمۃ اللہ علیہ کے نمونۂ عمل سے بھی کچھ سبق حاصل نہیں کرتے ——— تاریخ سوال کرتی ہے کہ اگر امام عالیمقام راہِ حق پر نہ تھے تو جوان کا راستہ روکنے آیا تھا وہ آخر کار خود اسی راہ پہ گامزن کیوں ہوگیا؟؟ بھلا یزید سے ملنے والی دولت و ثروت اور جاہ و منصب کو ٹھوکر مار کر حُر امام عالیمقام کے ساتھ گرفتارِ بلا کیوں ہوا ——— کیا اسے اپنی جان عزیز نہ تھی ———؟ بھلا کوئی بتائے تو کہ حضرت حُر نے کس امید پر امام عالیمقام کے قدموں پر سر کٹا دیا ———؟

کیا امید دنیا پر ———؟ کیا اس لیے کہ امام عالیمقام کا خروج غیر شرعی تھا ———؟ یا اس لیے کہ آپ کی مسافرت خلافت کے خلاف "بغاوت" تھی ———؟

———؟ ———؟ ——— نہیں ہرگز نہیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حُر رحمۃ اللہ علیہ واقعہ کربلا کے ایسے شاہد ہیں جو قیامت تک اپنی ——— "شہادت" ——— سے امام عالیمقام کی "حقانیت" کا اعلان کرتے رہیں گے۔

اس پر بھی جو لوگ یزید پلید کو "صحابہ کا امام" مانتے ہیں اور "مجاہد اعظم" گردانتے ہیں وہ جواب دیں کہ:

حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید پلید کو ——— "کافر" ——— اور "لعنتی" ——— کیوں قرار دیا؟ اس پر بھی جو لوگ قتل حسین علیہ السلام کو جائز قرار دیتے

ہیں، وہ اپنے سب سے بڑے امام ابن تیمیہ کا یہ بیان پڑھیں:-

"قتل حسین اللہ و رسول کے نزدیک جرم و معصیت ہے۔ آپ کو شہید کرنے والے اور آپ کی شہادت پر خوش ہونے والے مستحق عذاب ہیں"۔

(منہاج السنۃ ج دوم ص ۲۴۸، ۲۴۹)

اگر یزید واقعی ——— "خیر التابعین" ——— اور "سنت فاروقی کا پیروکار" ——— تھا تو اسے نظر انداز کر کے ——— امام شافعی رضی اللہ عنہ نے امام حسین علیہ السلام کے قصیدے کیوں لکھے۔ اگر یزید ایسا ہی متقی پرہیزگار اور سادہ زندگی بسر کرنے والا تھا تو پھر حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے یزید کی تعریف کے برخلاف امام حسین کی شان میں روایتیں کیوں بیان کیں؟

خارجیوں نے جب یہ رنگ دیکھا کہ فقہ کے تو چاروں کے چاروں امام حضرت حسین علیہ السلام کو اپنا امام عالیمقام مانتے ہیں اور یزید کو نرا مجرم و خطاکار گردانتے ہیں تو جمہور اسلام کو مغالطہ دینے کے لیے تاریخی حقائق کو مسخ کرنا شروع کر دیا چنانچہ حضرت یزید بن ابو سفیان کی ساری فضیلت خود یزید بن امیر معاویہ کے کھاتے میں ڈال دی۔

تاریخ میں اس سے بڑھ کر فراڈ نہ کھیلا گیا ہوگا ——— حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں بیٹے نہیں! ——— یہی والیٔ شام مقرر ہوئے تھے، نہایت دیندار اور پاکیزہ خصلت تھے حتیٰ کہ آپ کے بارے میں یہ قول فیصل ہے:

"یزید بن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام بنی ابو سفیان میں سب سے زیادہ افضل تھے"۔

(الاستیعاب ج ۳، ص ۶۱۳۔ الاصابہ ج ۳ ص ۶۱۶)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تنبیہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ:

"ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے کو بڑا دخل ہے۔ اہل بیت

سے محبت اہلسنت وجماعت کے نزدیک سرمایۂ نجات ہے"۔

(دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶)

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ دعا فرماتے ہیں:۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ

کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ

ترجمہ: یا الٰہی! حضرت فاطمۃ الزہراء کی اولاد کے صدقے میں مجھے ایمان پر خاتمہ کی توفیق دے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لو کان رفضا حب آل محمد فلیشہد الثقلان انی رافضی

ترجمہ:۔ اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا شیعیت ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

(دفتر دوم مکتوب شریف نمبر ۳۶ ، از حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ)

اسی کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اعلان فرماتے ہیں:۔

"بس اہل سنت وجماعت ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے ــــ جس شخص کا دل اہل بیت کی محبت سے خالی ہے وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے اور خارجی فرقہ میں داخل ہے"۔ (ایضاً)

چنانچہ تمام اہلسنت وجماعت میں سے آج تک کوئی بھی ایسی مسلمہ شخصیت نہیں گذری جس نے یزید کی مدح سرائی کی ہو اور امام عالیمقام کی برائی کی ہو لہٰذا کوئی سُنی تو قیامت تک ایسی جسارت کر نہیں سکتا۔ اس سلسلے میں حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح احادیث

ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہیں اور مینارۂ نور کی طرح جگمگا رہی ہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"حسن وحسین اہل بیت میں مجھے سب سے پیارے ہیں"۔

(ترمذی شریف)

"جسے حسن وحسین سے محبت ہے اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے ان سے عداوت ہے اسے مجھ سے عداوت ہے"۔ (ابن عساکر)

"حسین نواسوں میں سے عظیم نواسہ ہے"۔ (مشکوٰۃ)

امام عالیمقام کی شہادت کا تو بچپن ہی سے حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان حق بیان سے اظہار اعلان ہوگیا تھا۔ جس کے ثبوت کے لیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "ماثبت من السنۃ" اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "سر الشہادتین" میں متعدد روایات نقل فرمائی ہیں:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں:

"ھذا دم الحسین واصحابہ ولم ازل التقطہ منذ الیوم"

ترجمہ: یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج جمع کر رہا ہوں"

(مشکوٰۃ جلد ۲، ۵۷۲)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو اس متبرک خون کا یہ احترام فرمائیں کہ اسے جمع فرماتے رہیں اور خارجیوں کا یہ رویہ کہ اس خونِ ناحق کو جائز قرار دے کر اترائیں، قتل حسین پر خوشیاں منائیں اور یزید کے گن گائیں اور ذرا نہ شرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حسین علیہ السلام کی ولادت پُرمسرت کی بشارت دی تھی ــــ سرکار ہی نے کان میں اذان کہی تھی ــــ خود "حسین" نام رکھا تھا۔ نماز میں حضرت حسین علیہ السلام کو اپنے دوش مبارک پر سوار پاکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدوں کو طویل کردیا کرتے تھے۔ نیز آپ کی

نورانی گردن پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بوسے دیا کرتے تھے ـــ اسی گردن پر چھری چلانے والوں کو آج کچھ لوگ نہ معلوم کس دل سے ـــ "مجاہد اعظم" اور "خیر التابعین" ـــ کے خطابات سے نوازتے ہیں۔ یزید خلیفۂ راشد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور محدث و متقی اور عابد و زاہد گردانتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یزید نوازی سے ان کے کون سے جذبے کی تسکین ہوتی ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھا کر انہیں کس طرح فلاح و خیر کی امید باقی رہتی ہے۔

مجلس محرم باعث برکت ہے

محرم شریف میں ذکر شہادت کرنا جمیع سلف و خلف کا پسندیدہ طریقہ رہا ہے۔
چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"سال میں فقیر کے گھر میں دو مجلس ہوتی ہیں۔ ایک ذکر وفات شریف میں اور دوسری شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ میں۔ عاشورہ کے دو دن پہلے سے تقریباً چار سو آدمی جمع ہوتے ہیں اور فضائل امام حسین جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں، بیان ہوتے ہیں۔"

(فتاوی عزیزی حصہ اول ص ١٠٥ مطبوعہ مجتبائی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مسلمان تھے ـــ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ـــ "آمنہ" ـــ تھا اور والد ماجد کا مبارک نام ـــ "عبد اللہ" ـــ تھا۔ اور یہ نام اسلامی

ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والدین کے اثبات اسلام میں تقریباً چھ رسائل تصنیف کیے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک آپ کے باپ دادا میں کوئی کافر و مشرک نہیں ہوا۔ یہ احادیث سے بھی ثابت ہے اور قرآن پاک میں بھی وارد ہے۔ چنانچہ اس آیت شریفہ کی قرأت ثانی ملاحظہ فرمایئے:۔

"لقد جاءکم رسول من انفسکم" (پ ١١ ع ٥)

ترجمہ: تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے شریف تر"

اور ظاہر ہے کہ نسب میں کفر سے زیادہ اور کیا دھبہ ہو گا اور جو شخص یہ الزام لگائے گا اس سے بڑا ظالم کون ہو گا۔ جبکہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی دنیا و آخرت میں باعث لعنت ہے۔ اور موذی عذاب مبین میں مبتلا ہو گا۔ (حوالہ کے لیے دیکھیے سورۂ احزاب پارہ ٢٢) بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا ایذا رسانی ہو گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔

درود شریف کی اہمیت

مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ ـــ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلوم کیا کہ ـــ یا رسول اللہ! میں اپنی دعاؤں میں آپ پر درود شریف بہت پڑھتا ہوں اور کس قدر پڑھ سکتا ہوں؟ ـــ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب عنایت فرمایا کہ ـــ جس قدر چاہو (زیادہ سے زیادہ) مجھ پر درود شریف پڑھو ـــ تو انہوں نے عرض کی! ـــ یا رسول اللہ! چوتھا حصہ؟ ـــ اس پر آپ نے جواب دیا ـــ جس قدر چاہو ـــ اگر زیادہ ہو گا تو بہتر ہے

انہوں نے عرض کی: — ۲ حصہ؟ — اس پر آپ نے فرمایا — جس قدر
تمہاری خواہش ہو مگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے
عرض کی — تین حصہ؟ — اس پر بھی آپ نے یہی ارشاد فرمایا: — اس سے
بھی زیادہ پڑھو گے تو بہتر ہے! نتیجۃً حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ —
— یارسول اللہ! اب تو میں سب وقتوں ہی میں آپ پر درود شریف ہی پڑھتا رہوں گا
— اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — اس قدر (زیادہ) درود شریف
پڑھنا تمہاری مراد بر لائے گا — گناہوں کو دور کر دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

احادیث سے ثابت ہے کہ درود شریف پڑھنے کی برکت سے دعا قبول ہوتی ہے۔ اللہ
تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے — آفتیں ٹل جاتی ہیں۔ دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی
ہے — محتاجی دور ہوتی ہے اور مال و اسباب میں برکت نازل ہوتی ہے۔ قیامت
میں درود شریف (کثرت سے) پڑھنے والا عرش الٰہی کے نیچے کھڑا ہو گا۔ اس پر عذاب
نہ ہو گا۔ اس کے اعمال کا پلہ بھاری رہے گا۔ موت سکرات اور قبر کے عذاب سے محفوظ
رہے گا۔ شفیع المذنبین درود شریف پڑھنے والے کی شفاعت فرمائیں گے۔ قیامت میں
اسے اپنے دامن میں چھپائیں گے۔ پل صراط کی سخت راہ پل جھپکتے طے کرائیں گے۔

تصوّف کی ضرورت

"یتلوا علیہم اٰیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب
والحکمۃ"

ترجمہ: ہمارا نبی لوگوں پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور
انہیں کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن حکیم نے تزکیہ کا ذکر کتابی علم سے پہلے کیا کیونکہ جب تک پیمانۂ دل مزکّٰی و
مصفّا نہ ہو اس میں جو چیز انڈیلی جائے گی وہ اپنا رنگ نہ لائے گا بلکہ ناقص و ناتمام ہو کر
رہ جائے گی ؎

وہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

چنانچہ تزکیہ نفس کے بغیر تو شریعت کی تکمیل و تفہیم ہی نامکمل ہے۔ جب تک دل
ہی میں خوفِ خدا اور حلال و حرام کا احساس پیدا نہ ہو گا دین کے ظاہری فیصلوں پر
انسان مطمئن نہ ہو گا ؎

رہے نہ روح کی پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند، ذوق لطیف

چنانچہ جس طرح علم دین کے حصول کے لیے علمائے کرام کی شاگردی ضروری ہے اسی
طرح تزکیۂ نفس کے لیے مشائخ عظام کی رہبری ضروری ہے ع

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

علم کی آخری حدوں کو چھونے کے باوجود، تسکین قلب کے لیے امام غزالی رحمۃ اللہ
علیہ کو بھی تصوف کی آغوش میں پناہ لینی پڑی جس کے نتیجہ میں ان کی تحریروں میں وہ زور و اثر پیدا
ہوا کہ جس سے عقل کے مارے لاجواب ہو گئے اور قائل بھی ہو گئے۔ ع

عجب چیز ہے لذت آشنائی

اس کے برخلاف جن لوگوں نے — تصوف — کو — "افیون" — سے
تعبیر کیا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہما کو ہدفِ تنقید بنایا ہے حقیقت
یہ ہے کہ وہ تصوف کی حقیقت ہی سے واقف نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت — جسم — اور طریقت اس کی روح ہے۔ علمائے

ظاہر صرف شریعت پر زور دیتے ہیں اور علمائے باطن ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن پر بھی زور دیتے ہیں۔

دراصل دورِ ملوکیت میں جب روحِ اسلام نظر سے اوجھل ہو گئی تو علماء باطن نے اس طرف شد و مد سے توجہ دی کہ وہ اہلِ ظاہر کے نزدیک ایک علیحدہ جماعت قرار پائے جن کو عرفِ عام میں — "صوفیا" — کہا گیا اور اب تک اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ایک یہی طبقہ ہے جس نے اسلام کو صحیح طور پر سمجھا ہے، برتا ہے اور مؤثر طور پر پھیلایا ہے — تاریخ اس کی شاہد ہے اور تاریخ سے وزنی شہادت کسی کی نہیں۔

اس کے علاوہ — "خانقاہ نشینوں" — کی — "گوشہ نشینی" — کا جواز حضرات اہلِ صفہ کی گوشہ نشینی میں موجود ہے۔ جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی حاصل تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود قرآن پاک میں گوشہ نشینوں کے جواز میں قصۂ اصحابِ کہف موجود ہے۔ ان کی "ترکِ دنیا" رہبانیت قطعی نہیں بلکہ ان کی ترکِ دنیا "ترکِ حُبِ دنیا" — تھی۔ جیسا کہ حکمِ خداوندی ہے۔

"ذرھم یاکلو ویتمتعوا ویلھھم الامل فسوف یعلمون"

(پ ۱۴، ع ۱۔ آیت ۳)

ترجمہ:۔ ان کو چھوڑ دیجئے تاکہ وہ کھائیں — سامانِ زندگی سے فائدہ اٹھائیں، اور ان کو دنیا کی آرزو غافل کر دے۔ پس عنقریب ان سب کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

تاریخ گواہ ہے کہ — دین کے صحیح فہم ہی کی وجہ سے صوفیاء کرام اہلِ حق کے نزدیک قابلِ تعظیم تھے اور انتہا یہ ہے کہ خود حضرت امام شافعی اور امام احمد حنبل جیسے فقہاء عظام ان سے حُسنِ ظن رکھتے تھے اور ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ میں — تصوف — سے مراد — "اخلاص فی العمل" — تھی اور صوفیائے کرام — زہاد — کہلاتے تھے۔ اور اپنے تقوے کے سبب بڑی قدر کی نگاہ سے

دیکھے جاتے تھے۔ ہر چند کہ آغازِ اسلام میں "تصوف" ایک مسلک کی حیثیت سے اپنا علیحدہ کوئی وجود نہ رکھتا تھا۔ لیکن تصوف کی روح ہر مومن کے تنفس میں رواں دواں تھی۔ خود رہبرِ اسلام محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی بالکل سادہ اور صوفیانہ تھی۔ چنانچہ آپ کا فرمانِ عالی ہے:۔

"الفقر فخری"

یعنی فقر میرے لیے باعثِ فخر ہے۔

تمام خلفائے راشدین بھی اسی رنگ میں رنگے رہے بلکہ اس دور کے تمام مسلمان ہی روحِ تصوف سے سرشار تھے وہ سب رات کے نمازی اور دن کے غازی تھے۔

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام

"یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما"

ترجمہ: اے ایمان والو! اس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت کے تحت تفسیر جلاء الافہام میں ہے:۔

اشوا فی صلوٰتکم ومساجدکم وفی کل موطن

یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام اپنی نمازوں میں بھیجو اور اپنی مسجدوں اور ہر مقام پر اس کا اہتمام کرو (ص ۶۹۰)

اس طرح اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا بھی اس آیت کے تحت آ گیا۔

حضرت امام سخاوی کے نزدیک اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام مستحب ہے۔ اس کے جواز میں انہوں نے:

واستدلال الاول بقولہ تعالیٰ وافعلوا الخیر

(القول البدیع ص ۱۹۳)

یعنی اللہ تعالیٰ کے قول ——— وافعلوا الخیر ——— سے استدلال کیا ہے۔
شفا شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ درود شریف کے مقامات مستحبہ کا ذکر فرماتے ہوئے
لکھتے ہیں ——— وعند الاذان ——— یعنی بوقت اذان درود شریف پڑھنا مستحب ہے
اس کے علاوہ فتاویٰ شامی۔ طحطاوی۔ بحر الرائق اور غایۃ الاوطار وغیرہ سب میں
مرقوم ہے۔

مستحبۃ فی کل اوقات الامکان ای حیث لا مانع

یعنی درود شریف مستحب ہے سب امکان کے وقتوں میں۔ یعنی جس وقت بھی
کوئی مانع نہ ہو اس وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

(فتاویٰ شامی ص ۵۱۸ ج ۱۔ طحطاوی علی المراقی ص ۱۴۲۔ طحطاوی علی الدر ص ۲۲۸ ج ۱۔
بحر الرائق ص ۱۲۶ ج ۱۔ غایۃ الاوطار ص ۱۴۶ ج ۱)

شامی و عالمگیری کتاب الکراہیت کے مطابق صرف دس مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے
جہاں درود شریف پڑھنے کی ممانعت آئی ہے باقی سب جگہ جائز ہے۔ چنانچہ اذان سے پہلے
پہلے درود شریف پڑھنا منع نہیں بلکہ در مختار جلد اول کتاب الصلوٰۃ میں تو
ہر دعا و وظیفہ اور ہر نیک کام کے اول و آخر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ چنانچہ اذان
کے اول و آخر پڑھنا بھی مستحب ہوا ——— حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار
کتاب الصلوٰۃ علی النبی میں درود و سلام کو بلند آواز سے پڑھنے کو تو مستحب لکھا ہے۔
اس کے برخلاف یہ کہنا کہ یہ اذان میں اضافہ ہے محض لغو ہے کیونکہ صلوٰۃ و سلام کو
اذان سے قبل یا بعد بطور تبرک یا ذوق و محبت کی بنا پر پڑھتے ہیں اس سے اذان میں کوئی اضافہ
نہیں ہوتا۔

علمِ غیب

نبوت غیب سے مطلع ہونے کا نام ہے ——— اسی طرح "نبی" کے معنیٰ ہوئے
"غیب کی خبر دینے والا" ——— چنانچہ جنت و دوزخ حشر و نشر، عذاب ثواب وغیرہ
غیب نہیں تو پھر اور کیا ہیں۔

صحابہ کا عقیدہ

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کے بارے
میں اپنے صحابہ کرام سے معلوم کرتے اور صحابہ نہ جانتے تو عرض کرتے:

"اللہ ورسولہ اعلم"

یعنی اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔
حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان لہ صفۃ بھا یدرک ما سیکون فی الغیب"

(زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۰)

یعنی: نبی میں ایک صفت ایسی بھی ہوتی ہے جس سے وہ غیب میں ہونے والی باتوں
کو جانتا ہے۔
اور بالفرض اگر وہ کچھ جانتا ہی نہیں تو پھر رب تعالیٰ کلام مجید میں یہ کیوں فرما رہا ہے:

"ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون" (البقرۃ ۱۵۱)

ترجمہ: (اے دنیا والو! ہمارا محبوب) تم کو وہ کچھ بتا رہا ہے کہ اس سے پہلے تمہیں اس
کی خبر بھی نہ تھی۔
اس کے علاوہ کچھ اور امور غیبیہ کی اطلاع دی جاتی ہے اور کس شان سے؟

ما کان علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء

(آل عمران: ۱۷۹)

ترجمہ: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں علم غیب دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

اور کچھ امور غیبیہ ہیں سے خود پردے رکھائے جاتے ہیں:۔

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول (جن ۲۶)

غیب جاننے والا ہے اپنا راز کسی پر نہیں کھولتا مگر رسولوں میں سے جس پر چاہے کھول دیتا ہے۔

ذرا غور تو کیجیے جب وہ پردہ دار خود نقاب اُلٹ دے تو حسن عالم سوز کا کیا عالم ہوگا —— اللہ —— اللہ ——

تلك من انباء الغیب نوحیها الیك (ھود: ۴۹)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں اِس اے حبیب، تمہیں کو بتاتے ہیں۔

—— اللہ اکبر! —— علوم غیبیہ کے خزانوں سے دامن بھر دیا —— اور پھر قاسم بھی بنا دیا —— چنانچہ اعلان فرمادیا: ——

"یہ دل کھول کر غیب کی خبریں بتلاتے ہیں"

—— پوچھ لو۔ جو پوچھنا ہے —— دل تنگ نہیں! —— آیت کے تیور بتاتے ہیں کہ صلائے عام ہے —— دینے والا بڑا ہی سخی ہے —— اس کے سر اقدس پر ماکان و مایکون —— کا ذریں تاج علوم سجا ہوا ہے۔ اور قرآن منادی کر رہا ہے کہ "ہم نے آپ کو نامعلوم علم دیا —— پھر بھی جھٹلانے والے جھٹلاتے ہیں۔ حالانکہ رب تعالیٰ خود گواہی دے رہا ہے اور جو کچھ کہا گیا اس کی تصدیق فرما رہا ہے:

وانه لذو علم لما علمنه ولكن اكثر الناس لا يعلمون

(یوسف: ۶۸)

ترجمہ: بے شک وہ ہمارے سکھلائے سے صاحب علم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ اکبر —— وہ عالم الغیب بے خبروں کا حال بھی خود بیان فرما رہا ہے —— یہی وہ نامعلوم علم ہے جس کو آج بھی سامنے لایا جائے تو ہزاروں، لاکھوں مشرف بہ اسلام ہو سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی نادان کہتے ہیں کہ وہ "نامعلوم" علم نہ رکھتا تھا۔

اسی کے جواب میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا —— میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں، دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے"

(امداد المشتاق ص ۷۶)

اس کی تصدیق مولوی شبیر احمد عثمانی نے —— وما ھو علی الغیب بضنین —— کے تحت یوں کی:

"یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے۔" (حاشیہ قرآن)

اور مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب مختصراً یہ دو ٹوک فیصلہ سناتے ہیں:

"علوم اولین و آخرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں۔"

(تحذیر الناس ص ۴)

چنانچہ کس شان کے ساتھ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم خود اعلان فرما رہے ہیں:

"قیامت سے قبل ان امور عظیمہ کو دیکھو گے جو نہ دیکھے تھے نہ سوچے تھے۔"

(الفتن)

صرف یہی نہیں بلکہ مستقبل میں پیش آنے والے اُن امور غیبیہ کو ایک ایک کرکے بیان بھی فرمادیا۔ چنانچہ ان امور غیبیہ میں سے مشتے از خروارے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

سائنسی اور ٹیکنیکل ایجادات کا انکشاف

"ان من اشراط ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تاجر بنی فلاں "

(النسائی ص ۱۸۷، ج ۲)

ترجمہ: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مال پھیل جائے گا۔ اور (مال کی) کثرت ہوگی۔ تجارت عام ہو جائے گی، قلم کا ظہور ہوگا۔ اور کوئی شخص بیع کرے گا تو کہے گا۔ ٹھہرو پہلے میں فلاں جگہ کے تاجر سے مشورہ کر لوں۔

اس حدیث میں آجکل کی کاروباری زندگی کا کیا صحیح تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ تاجر سوداگری کرتے وقت شہر شہر کے تاجروں سے بھاؤ کا اتار چڑھاؤ معلوم کرتے رہتے ہیں۔ یہ مشورے سوائے "ٹیلیفون اور ٹیلیگرام" کے کسی اور چیز سے ممکن نہیں۔ گویا ان ایجادات کی طرف بھی واضح اشارات موجود ہیں۔

اس کے علاوہ ٹرانسپورٹ کی سہولت کے سبب ایک جگہ کا مال دوسری جگہ واقعی پھیل گیا ہے۔

سائنسی اور ٹیکنیکل ترقی ـــــ مشینوں اور کارخانوں کی بہتات کے سبب مال کی پیداوار میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ نیز "مال کی کثرت" کا مطلب آج دنیا میں بڑھتا ہو "افراطِ زر" بھی ہو سکتا ہے۔

یہ بھی ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ "قلم کا ظہور" ہو چکا ہے۔ چنانچہ کس قدر زیادہ آج دنیا میں "فاونٹین پین"۔ "بال پین"، "پنسلیں"، "ٹائپ رائٹر" اور پریس کام کر رہے ہیں۔

" سیکون فی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فانھن ملعونات "

(مسند احمد من حدیث عبداللہ بن عمر العاص رضی اللہ عنہ۔ حاکم۔ مستدرک)

ترجمہ: میری آخر امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو کجاووں کی مانند زینوں پر سواری کریں گے اور مساجد کے دروازوں پر اترا کریں گے۔ ان کی عورتیں پہن کر بھی عریاں معلوم ہوں گی، ان عورتوں کے سروں پر کمزور اونٹوں کے کوہان کی مانند کوئی چیز ہوگی۔ ان پر لعنت بھیجو۔ کیونکہ یہ سب عورتیں ملعون ہیں۔

"کجاوے" کی مانند "زین والی" سواریاں آجکل کی مختلف انداز کی موٹریں ہی تو ہیں جن پر سوار ہو کر لوگ جمعہ کی نماز ادا کرنے جاتے ہیں۔ اور اپنی چھوٹی بڑی کاریں مسجد کے دروازے پر چھوڑ دیتے ہیں۔

پہننے کے باوجود ننگی نظر آنے والی عورتیں وہی ہیں جو آجکل کے نئے فیشن کا عریاں لباس اور باریک پہنتی ہیں۔

اونٹ کے کوہان" کی مانند جو چیز ہے وہ ـــ "ہیٹ" ـــ ہے۔ نیز عورتوں کے سر پر نئے فیشن کے "گھڑے نمایاں" بھی اس حدیث کے مصداق ہیں۔

سرکس، جاسوسی کتے اور ٹیپ ریکارڈ

" والذی نفسی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ من بعدہ "

(ترمذی شریف ص ۳۱۸۔ المستدرک ص ۴۶۴، ج ۴)

ترجمہ: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ درندے انسان سے بات کریں گے اور آدمی کے کوڑے کا پھندا اور اس کے جوتے کا تسمہ اس سے کلام کرے گا اور گھر میں اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی خبر دے گا۔

یہاں اس سے مراد سرکس ہے جہاں "رنگ ماسٹر" شیر چیتوں کو مخاطب کرتا ہے تو وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں، انہیں حکم دیتا ہے تو وہ بجا لاتے ہیں، منع کرتا ہے تو وہ رک جاتے

"درندے انسان سے بات کریں گے" اس سے ان جاسوسی کتوں کی طرف بھی اشارہ ہے جو پولیس کو بڑے بڑے مجرموں ڈاکوؤں اور قاتلوں کا پتہ بتاتے ہیں۔

"جوتے کا تسمہ" اور "کوڑے کا پھندا" آدمی سے بات کرے گا ــــ اس سے واضح اشارہ "ٹیلیفون" اور "ٹیپ ریکارڈ" کی طرف ہے ــــ ٹیلیفون کی شکل وشباہت جوتے کی طرح ہوتی ہے۔ ٹیلیفون اور ٹیپ ریکارڈ کے گندھے ہوئے اور بل کھاتے ہوئے تار "عین جوتے کے تسمہ" اور "چابک کے پھندے" کی مانند ہوتے ہیں۔

پٹرول گیس اور تیل

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"یوشك الفرات - - - - - - - - - لتسعة وتسعون"

(مسلم ص ۳۹۱ ج ۲)

ترجمہ: عنقریب فرات سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا تو لوگ اس کے بارے میں سن کر ادھر جائیں گے۔ جس شخص کے پاس یہ ہوگا وہ کہے گا کہ اگر ہم لوگوں کو اس سے لینے کے لیے چھوٹ دے دیں گے تو لوگ تو یہ سب لے جائیں گے اس پر لوگ قتل کیے جائیں گے اور ہر سو میں سے ننانوے قتل کیے جائیں گے۔

فرات کے علاقے میں پٹرول کے بے شمار ذخائر نکلے ہیں۔ پٹرول کو کالا سونا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ عراق کے پٹرول کی بات تھی۔

ایران کے پٹرول کے بارے میں تخصیص موجود ہے۔ چنانچہ "ابو الغنائم الکوفی" حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:۔

"ویحا للطالقان - - - - - - - - - ولا فضة"

(کتاب الفتن)

ترجمہ: افسوس ہے "طالقان" کے لیے اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے خزانے رکھے ہیں جو سونا اور چاندی ہیں۔

سب کو معلوم ہے کہ طالقان قزوین (ایران) میں واقع ہے اور اس علاقہ میں کثرت سے پٹرول پایا جاتا ہے۔ یہ بڑی تعجب خیز تصریح ہے جو عراق و ایران کی موجودہ جنگ میں بیشمار نقصان سے حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ اسی طرح نجد وبصرہ کے پٹرول کے بارے میں المستدرک ص ۵۰۴، ج ۴ میں الگ صراحت موجود ہے۔

الغرض تیل کا موجودہ عالمی بحران شاہ فیصل کا قتل اور مختلف اقوام کی اس مسئلے میں کشمکش اس حدیث پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہیں۔

پکی پکائی روٹی کا پلانٹ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس (دجال) کے ساتھ روٹی کے پہاڑ ہوں گے۔"

اس سے مراد وہی بھاری مشین ہے جس میں ایک طرف گندم ڈالا جاتا ہے وہیں پستا ہے، چھنتا ہے، آٹا گوندھا جاتا ہے، روٹی بنتی ہے اور وہیں سے پک کر تیار ہو کر نکلتی ہے یہ وہی چیز ہے جو کانے دجال کے ساتھ بھی ہوگی جس سے وہ بھوکوں کو لالچ دے کر ایمان لوٹے گا۔

ڈائنامیٹ اور کھدائی کے آلات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

"ثم تنسف .... هدلاديم"

ترجمہ: پھر پہاڑ گرا دیے جائیں گے اور زمین چمڑے کی طرح پھیلا دی جائیں گی۔"

(مسند احمد ص ۳۷۵ - الجزء الاول)

چنانچہ آج دنیا میں ہر روز پہاڑ ڈائنامیٹ سے اڑائے جا رہے ہیں اور آلات کے ذریعے کھدائی کر کے پہاڑی زمین کو کھود کر چمڑے کی طرح پھیلایا جا رہا ہے۔

کیمرہ اور فوٹوگرافی

"ابونعیم" نے "حلیہ" میں " حذیفہ بن الیمان " سے روایت کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت کی علامات بتلاتے ہوئے فرمایا:

" وحليت .... المنار"

ترجمہ: قرآن پاک مزین کیے جائیں گے ـــــ مساجد کی تصاویر بنائی جائیں گی ـــــ اور مینار طویل بنائے جائیں گے۔

چنانچہ ہم آج دیکھتے ہیں کہ مکانوں اور دکانوں میں ہر جگہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس وغیرہ کی تصاویر لٹکی ہوئی ہیں اور ان تصاویر میں بڑے اونچے اونچے مینارے ہیں۔

"کیمرے" ہی کے ذریعہ یہ ساری تصاویر بنانا ممکن ہو سکی ہیں۔

دوربین

"من اقتراب .... موت الفجاءة"

(روى الطبراني في الاوسط والدارقطني في الافراد من حديث انس بن مالك رضى الله عنهما)

ترجمہ: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ پہلی رات کا چاند صاف صاف دیکھا جائے گا تو کہا جائے گا یہ تو دو راتوں کا ہے۔ مساجد کو راستہ بنا لیا جائے گا اور موت اچانک آ جایا کرے گی۔ یعنی (ہارٹ فیل)۔

دوربین کے بارے میں یہ حدیث صریح ہے۔ پہلی رات کا چاند باریک ہونے کے باوجود دوربینوں کے ذریعے بڑا دیکھنے میں آتا ہے تو دوربین سے دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ تو دو راتوں کا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ہی رات کا ہوتا ہے۔

اس طرح اس حدیث سے رویت ہلال کے لیے مختلف قسم کی دوربینوں کا پایا جانا ثابت ہے۔ اس سلسلے میں "ابن مسعود رضی اللہ عنہ" کی صحیح حدیث میں " انتفاج الاهلة " آیا ہے، جس کے معنی ہیں (چاند کا) اپنی جگہ سے پھیل جانا"، گویا کہ اس خبر کا اپنی جگہ سے تجاوز کر کے تیزی سے ان دور دراز علاقوں تک پہنچ جانا جہاں چاند نہیں دیکھا گیا۔ یعنی چاند ہونے کی خبریں " ریڈیو - ٹیلیفون اور ٹیلیگراف" کے ذریعے دور دور تک پہنچ جائیں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" قربِ قیامت کی نشانی یہ ہے کہ فالج اور ہارٹ فیل عام ہو جائے گا۔ (المجالسۃ

بینک

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیا تین علی .... من غبارہ

(ابوداؤد ص ۵۰۰ ج ۲، ابن ماجہ ص ۶۵۔ المستدرک ص ۱۱ ج ۲)

ترجمہ: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس نے سود نہ کھایا ہو اور اگر نہ کھایا ہوگا تو کم از کم اس کا غبار تو اس کو ضرور پہنچے گا۔

سود کی یہ گرم بازاری صرف بینک ہی کے دم قدم سے جاری وساری ہے جو ہماری معیشت پر پوری طرح حاوی ہو چکا ہے۔

اسکاوٹس اور ہاف پینٹ

قرب قیامت کی نشانیاں بتاتے ہوئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والمشی .... بادیۃ

(مسند فردوس۔ تاریخ ابن عساکر۔ ابو البشر دولابی۔ اسحاد)

ترجمہ: بازاروں میں اس طرح چلیں گے کہ ان کی رانیں ظاہر ہو رہی ہوں گی۔

بازاروں میں اسطرح چلنا اس وقت رائج ہوا جب اسکاوٹس دستے تیار کیے جانے لگے۔ انگریز کی شرارت اور رنگ لائی تو "اسکرٹ" اور "بوٹم لیس" سے عورتوں کی رانیں ننگی بازاروں میں نظر آنے لگیں۔

کمیونسٹ، نیشلسٹ، سوشلسٹ، نیچرسٹ وغیرہ

آخر زمانہ میں ایسے لوگ پائے جائیں گے جو نوجوان ہوں گے (مگر) بے وقوف ہوں گے (البتہ) لوگوں کے نزدیک اچھی اچھی باتیں کریں گے (لیکن) ان کا ایمان ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ (وہ لوگ) دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے نشانہ سے اچٹ جاتا ہے تم جہاں ان کو دیکھو قتل کردو، کیونکہ ان کو قتل کرنا بہت ثواب ہے۔

(بخاری ص ۱۰۲۴ ج ۲۔ ترمذی ص ۳۱۹۔ مسند احمد ۴۰۴)

مذکورہ لوگ وہی ملحد ہیں جو بڑی فصاحت سے وطنیت، قومیت کا نعرہ لگا کر نوآبادی نظام سے جنگ کا اعلان کرتے ہیں حالانکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے استعماریت کو قائم کیا۔ بدعقیدگی، بداخلاقی اور عریانیت کو پھیلانے میں کفر کی مدد کی شعائر اسلام کو ڈھایا اور مسلمانوں کو بے راہ روی پر مجبور کیا۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ لوگوں کو طاقت کے ذریعے مکمل کافر بنا دیتے جیسا کہ ترکی میں اتاترک نے کیا اور مصر میں ناصر نے اخوان المسلمون کے ساتھ روا رکھا۔

مندرجہ بالا حدیث کے مطابق پاکستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں جو لوگ قوم پرستی، صوبہ پرستی اور آثار پرستی کی دعوت دیتے ہیں وہ اسلام سے اسی طرح دور جا پڑے ہیں جس طرح تیر نشانے سے خطا ہو کر دور جا پڑتا ہے۔

فیشن پرستی !

"ابن وضاح" نے "بدع" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

"ترك القوم .... النساء" الخ

ترجمہ: جو لوگ سیدھا راستہ چھوڑ دیں گے، مرد ایسی زینت کریں گے جیسی ایک عورت اپنے شوہر کے لیے کرتی ہے اور عورتوں کی طرح سنگھار کریں گے۔

"ابو نعیم" نے "حلیہ" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مرد عورتوں سے مشابہت کریں اور عورتیں مردوں کے مشابہ ہوں گی"

کس قدر [illegible] حدیث سے ہے کہ واقعی فیشن پرستی کی لعنت کے سبب آج لڑکے اور لڑکی کا امتیاز مٹ گیا۔

"طبرانی" نے روایت کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قسم قسم کے کھانے کھائیں گے اور
کے شربت پئیں گے ــــ رنگ برنگے کپڑے پہنیں گے اور باتیں بڑھ چڑھ کیا کریں گے
میری امت کے شریر لوگ ہیں۔ (اس عنوان پر بکثرت احادیث موجود ہیں۔)

اللہ اللہ! ــــ جن کو ہم شریف اور ترقی یافتہ سمجھتے ہیں وہی شریر نکلے۔

لیشرمن ناس ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ والمغنیات (ابن ماجہ)

ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے، ان
سروں پر گانے بج رہے ہوں گے۔

چنانچہ موجودہ دور میں لوگوں نے مختلف ناموں سے شراب بنالی ہے، شراب خانوں
دیگر لہو و لعب کی جگہوں میں ریڈیو، گراموفون اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ ان کے سروں پر بجتے
بخاری، مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
صادق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"میرے بعد میری امت سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن پاک پڑھیں گے حالا
وہ ان کے حلقوم سے آگے نہ بڑھے گا ــــ مسلمانوں کو قتل کریں گے ــــ مشرکو
درگذر کریں گے ــــ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر نشانے سے نکل جا

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۲)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے، بتوں
پجاریوں کو دعوت دیں گے۔ چنانچہ مسلمان، مسلمان کو تو روز اول سے قتل کر رہے ہیں
بت کے پجاریوں کو نظر انداز کر رہے ہیں، مگر ــــ بت کے پجاریوں کو نظر انداز کر
والی بات اس وقت سمجھ میں آئی جب "تحریک آزادی ہند" میں بعض مسلمانوں نے مسلمانو
چھوڑ کر بت پرستوں سے دوستی کی، اور پھر بنگلہ دیش کی تحریک کے موقع پر ہماری آنکھ

نے یہ بھی روز بد دیکھ لیا کہ مسلمانوں نے صرف مسلمانوں کو قتل کیا بلکہ "بت پرستوں" کو دعوت بھی دی۔
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

"جو شخص تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنے کا دعوٰے کرے لیکن کفر و کفار کے
ساتھ نفرت و بیزاری نہ رکھے وہ در حقیقت مرتد ہے اس کا حکم منافق کا حکم ہے"

(مکتوب نمبر ۲۶۶، ج ۱، ص ۳۲۵)

چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ عالم اسلام میں مسلمانوں کو صرف اس لیے قتل کیا گیا کہ وہ
اللہ تعالیٰ کا ذکر و فکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھ رہے تھے، دلائل الخیرات
پڑھنے والے مسلمانوں کو بھی ذبح کر ڈالا، مسجدوں محلوں اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ
پر بم رکھ دیے گئے جب کہ انہیں علاقوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور
گرجے محفوظ رہے۔ حالانکہ غیرت ایمانی کا تقاضا یہ ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ
اللہ علیہ نے فرمایا:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ
حضور کے دشمنوں کے ساتھ بغض رکھیں اور حضور کی شریعت کے مخالفین
کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔" (مکتوب نمبر ۱۶۵، ج ۱، ص ۱۶۸)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا:

"عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں علما کم ہوں گے اور واعظین[1]
زیادہ ہوں گے۔"

(مسند ص ۱۵۵، الجزء الخامس)

---

[1] یہ تمام معلومات ــــ اسلام اور عصری ایجادات ــــ تالیف لطیف علامہ محمد الغماری الحسینی
علیہ الرحمۃ، ترجمہ مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی مدظلہ العالی ــــ سے اخذ کی گئی ہیں۔

بالکل وہی زمانہ آگیا چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ —— تبلیغ کے نام پر ہر جگہ جماعت در جماعت جاہل مبلغین کی ریل پیل ہے اور علماء حق کا قحط پڑا ہوا ہے۔

تبلیغ کا صحیح مفہوم!

امام الفقہاء ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" وینبغی للمذکر ان یکون عالما بتفسیر القرآن والاخبار واقاویل الفقہاء"

"مبلغ کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ عالم ہو قرآن کی تفسیر اور احادیث نبویہ اور فقہاء کے اقوال پر" (بستان العارفین)

کیونکہ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"جس نے قرآن کے معنی بغیر "علم" کے بیان کیے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۵)

صاحب نور الانوار اپنی شہرۂ آفاق —— تفسیر الاحمدیہ میں لکھتے ہیں:

"جان لو کہ بے شک اللہ پاک نے علماء پر مقرر فرمایا ہے نیکیوں کا امر (تبلیغ) کرنا اور برائیوں سے روکنا اور یہ فرض کفایہ ہے۔" (ص ۲۰۶)

جیسا کہ قرآن پاک میں خود رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولتکن منکم ... ... ھم المفلحون○ (پ ۴ ع ۲:۳)

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچیں۔

اس آیت شریف میں —— منْ تبعیضی ہے اس تقدیر پر تبلیغ علماء پر فرض ہے جو خود

جاہل ہو وہ کیا تبلیغ کرے گا چنانچہ تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت ابو جعفر مناس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں:

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کی مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد میں ایک شخص وعظ کر رہا ہے آپ نے پوچھا —— یہ کون ہے؟ —— لوگوں نے عرض کیا کہ ایک واعظ ہے جو لوگوں کو خدا سے ڈراتا ہے اور گناہوں سے منع کرتا ہے —— پھر آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ —— تجھے ناسخ و منسوخ کا "علم" ہے —— واعظ نے کہا کہ مجھے علم نہیں —— چنانچہ آپ نے اُس واعظ کو مسجد سے نکال دیا۔"

(تفسیر عزیزی، ج ۱ ص ۵۰۰، بستان العارفین علی حاشیہ تنبیہ الغافلین ص ۱۶)

لہٰذا ایسے جاہل واعظوں کی تبلیغ سننا اپنے دین کو خطرے میں ڈالنا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جاہل مبلغ کو اپنی مسجد سے نکال باہر کیا۔ اس میں ہمارے لیے سبق ہے۔

اہلسنت و جماعت اور سواد اعظم

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دین اسلام میں "سواد اعظم" سے مراد —— "اہلسنت و جماعت" —— ہے"

(اشعۃ اللمعات۔ فارسی۔ ج ۱ ص ۱۴۱ سطر ۹)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

"نجات آخرت کا حاصل ہونا صرف اس امر پر موقوف ہے کہ تمام افعال و اقوال اور اصول و فروع میں "اہلسنت و جماعت"، کثرہم اللہ تعالیٰ کا اتباع کیا جائے۔ صرف یہی ایک فرقہ ہے "جنتی" ہے۔ "اہلسنت و جماعت"

کے سوا جس قدر فرقے ہیں، سب "جہنمی" ہیں۔"

(مکتوب نمبر ۶۹ ج ۱، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۸۲)

عقیدہ

بندۂ پروردگارم اُمتِ احمد نبی
دوست دارِ چار یارم تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم، ملتِ حضرت خلیل
خاکِ پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی
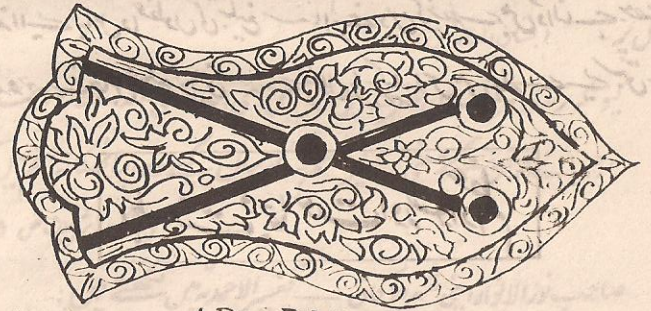
پیرِ پیراں، میرِ میراں یا شہِ جیلاں توئی
انس و جانِ قدسیاں و غوثِ انس و جاں توئی

پیرانِ پیر
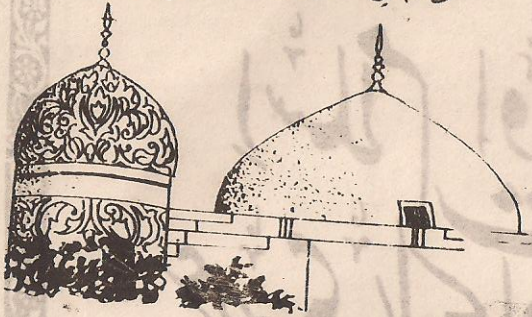
سیّدنا غوثِ اعظم شیخ محی الدّین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی نورانی سوانح حیات — نہایت مختصر، انتہائی جامع

— مؤلفہ —

پروفیسر فیاض کاوش

ہدیہ مجلد -/۱۸
" دستور -/۱۲

منیجر مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدر آباد

اسلام اور عصری ایجادات

تالیف

علامہ احمد بن محمد الغماری الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

تلخیص و ترجمہ

مفتی احمد میاں برکاتی

تقدیم

ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

قیمت -/9

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ - حیدرآباد